12

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
www.tanzeem.org
تنظیم اسلامی کا ترجمان

مسلسل اشاعت کا
34واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

24 رمضان تا یکم شوال 1446ھ / 25 تا 31 مارچ 2025ء

اس شمارے میں

خاص ہے ترکیب میں قوم رسولِ ہاشمی ﷺ

زندگی بھر کا روزہ

دہشت گردی کا خاتمہ کیسے؟

رمضان، قرآن اور پاکستان

دولتِ حرمتِ انسان ہوئی نایاب

عید الفطر،
مسلمانوں کے لیے شکرانے کا دن

عید کا پیغام

اسلام نے عید کے دن کو محض خوشی و مسرت کا دن نہیں قرار دیا ہے بلکہ اس نے خوشی و مسرت کے دن کے ساتھ ساتھ اسے تسبیح وتہلیل، ذکر وعبادت اور اپنے مسلمان بھائیوں میں جو محتاج اور مفلوک الحال ہیں، ان کی امداد و غم گساری کا دن بھی قرار دیا ہے۔ خوشی و مسرت کے نام پر دوسری قوموں میں جو ہر طرح کی آزادی پائی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام اپنے ماننے والوں کو اخلاقی اور شرعی حدود کا پابند بناتا ہے اور انہیں بے لگام نہیں چھوڑ دیتا ہے۔ مسلم بندہ احکام شریعت اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کی ہدایات کا پابند ہوتا ہے اور جو پابندی نہیں کرتا وہ سچا مسلمان ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایک پرمشقت عبادت کے بعد خوشی کا ایک دن میسر کیا گیا تاکہ وہ اللہ کا شکر ادا کریں اور اللہ کی تعریف کریں۔ ﴿وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ اللہ کی تعریف کہ اس نے ہم کو یہ مشقت والی عبادت کی توفیق دی اور اس بات پر شکر کہ اس نے اہل اسلام کو کھلے میدانوں میں جمع ہونے کا حکم دے کر ہمیں محبت و مودت کی خوبصورت لڑی میں پرو دیا۔ عید کی نماز میں جمع ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہم باہمی کدورتیں اور نفرتیں، قبائلی و علاقائی تعصبات، مسلکی و سیاسی تفریقات اور افتراقات کو بھلا کر اکٹھے ہو کر اہل اسلام کی یگانگت کا عملی مظاہرہ کریں۔ عید کا دن پیغام ہے ہر اس روزے دار کے لیے جس کے لیے کہ یہ دن واقعی جہنم سے آزادی کا دن قرار پا گیا۔ جس روزہ دار نے اپنے گناہ معاف کروا لیے، جو اللہ کا ویسا بندہ بن گیا جیسا رمضان بنانا چاہتا تھا۔ جس کو رمضان نے حلم و بردباری، عفو و درگزر، تواضع و عاجزی اور عبادت و ریاضت کا پابند بنا دیا۔ جس روزہ دار کے دن اطاعت و فرمانبرداری سے اور راتیں قیام سے مزین ہو گئیں اور جو یہ سب نہ کما سکا وہ اپنا محاسبہ کر لے۔ ابھی زندگی کی رونق باقی ہے، ابھی سانس چل رہے ہیں، ابھی تبدیلی کا امکان باقی ہے۔ صرف نئے کپڑے پہن کر عید کی خوشیوں میں شریک ہونے والا مسلمان یاد رکھے کہ حقیقی خوشی تو اس کی ہے جس کا دل اللہ کی محبت سے بھر چکا ہے، جس کے دل میں گناہ سے نفرت کا مضبوط بیج بویا جا چکا ہے۔

پروفیسر زید حارث
کے کالم سے اقتباس

مسجدِ اقصیٰ کی حرمت اور فلسطینی مسلمانوں
کو اپنی دعاؤں میں شامل رکھیں!

الھدیٰ

ڈاکٹر اسرار احمدؒ | 1127

حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت......

سورۃ العنکبوت | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 14، 15

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَلَبِثَ فِیۡہِمۡ اَلۡفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا ؕ فَاَخَذَہُمُ الطُّوۡفَانُ وَ ہُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَۃِ وَ جَعَلۡنٰہَاۤ اٰیَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۵﴾

یہاں سے سورت کے دوسرے حصے کا آغاز ہو رہا ہے۔ یہ حصہ تین رکوعوں پر مشتمل ہے۔ سورت کے اس حصے میں اہل ایمان سے خطاب کے دوران انہیں دس اہم ہدایات بھی دی گئی ہیں جو غلبہ دین کی جدوجہد کرنے اور اس راستے میں مصائب و مشکلات برداشت کرنے والے مجاہدین کے لیے رہتی دنیا تک گویا مشعل راہ کا درجہ رکھتی ہیں۔

آیت 14: ﴿وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖ فَلَبِثَ فِیۡہِمۡ اَلۡفَ سَنَۃٍ اِلَّا خَمۡسِیۡنَ عَامًا ؕ﴾ ”اور ہم نے بھیجا تھا نوحؑ کو اُس کی قوم کی طرف، تو وہ رہا اُن کے مابین پچاس برس کم ایک ہزار برس۔“

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں متعدد بار آچکا ہے لیکن یہ بات اور کہیں نہیں کہی گئی کہ انہوں نے ساڑھے نو سو سال کا طویل عرصہ اپنی قوم کے ساتھ گزارا۔ بین السطور میں یہاں جو پیغام دیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ اے مسلمانو! تم لوگ چند برس میں ہی گھبرا گئے ہو۔ ذرا ہمارے بندے نوح علیہ السلام کی صدیوں پر محیط جاں گسل جدوجہد کا تصور کرو اور پھر اُن کے صبر و استقامت کا اندازہ کرو! چنانچہ تم لوگوں کو اس راستے میں مزید امتحانات کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے: ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں — ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں! (اقبال)

﴿فَاَخَذَہُمُ الطُّوۡفَانُ وَ ہُمۡ ظٰلِمُوۡنَ ﴿۱۴﴾﴾ ”تو اُن کو آ پکڑا طوفان نے اور وہ ظالم تھے۔“

آیت 15: ﴿فَاَنۡجَیۡنٰہُ وَ اَصۡحٰبَ السَّفِیۡنَۃِ وَ جَعَلۡنٰہَاۤ اٰیَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۵﴾﴾ ”تو ہم نے بچا لیا اُس (نوحؑ) کو اور کشتی والوں کو، اور اسے بنا دیا ہم نے تمام جہان والوں کے لیے ایک نشانی۔“

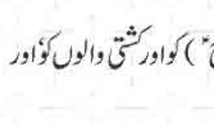

درس حدیث

صدقہ فطر کی اہمیت وفضیلت

عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ: ((فَرَضَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم زَکَاۃَ الۡفِطۡرِ طُہۡرَۃً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغۡوِ وَالرَّفَثِ وَطُعۡمَۃً لِلۡمَسَاکِیۡنِ. مَنۡ اَدَّاہَا قَبۡلَ الصَّلَاۃِ فَہِیَ زَکَاۃٌ مَقۡبُوۡلَۃٌ وَمَنۡ اَدَّاہَا بَعۡدَ الصَّلَاۃِ فَہِیَ صَدَقَۃٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ)) (رواہ ابوداود وابن ماجہ)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ فطر کو فرض قرار دیا جو روزہ داروں کی لغویات اور بیہودہ باتوں سے پاکی ہے اور غریبوں کی پرورش کے لیے ہے۔ جس نے نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کیا تو یہ مقبول صدقہ فطر ہے اور جس نے نماز عید کے بعد ادا کیا تو یہ صدقہ فطر نہیں بلکہ عام صدقہ شمار ہوگا۔“

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
24 رمضان تا یکم شوال 1446ھ جلد 34
25 تا 31 مارچ 2025ء شمارہ 12
مدیر مسئول حافظ عاکف سعید
مدیر رضاء الحق
مجلس ادارت ● فرید اللہ مروت ● محمد رفیق چودھری
● وسیم احمد باجوہ ● خالد نجیب خان
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
''دارالاسلام'' ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org
''ادارہ'' کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ
رضاء الحق

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پاکستان کی سیاسی تاریخ کا جائزہ لیں تو اس سے بہتر تبصرہ شاید نہ کیا جا سکے کہ سنتا جا اور شرماتا جا! حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والی مملکتِ خداداد پاکستان کے شاید پہلے تقریباً 4 سال یعنی 1947ء تا 1951ء کسی درجہ بہتر گزرے۔ اگلے 74 سال درحقیقت دجل و فریب کی داستان ہیں۔ قراردادِ مقاصد 1949ء میں منظور کر لی گئی اور ملک صحیح پٹڑی پر چڑھ گیا۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح 1948ء میں وفات پا چکے تھے۔ تحریکِ پاکستان کی اہم شخصیت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے قانون ساز اسمبلی میں حکمران مسلم لیگ کو دھمکی دی کہ اگر تم لوگوں نے یہ قرارداد منظور نہ کی تو میں اسمبلی سے باہر جا کر پکار پکار کر بتاؤں گا کہ مسلم لیگ نے ہم سب سے دھوکہ کیا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانیؒ ان چند مذہبی رہنماؤں میں سے تھے جنہوں نے علمائے ہند کی اکثریت سے اختلاف کر کے تحریکِ پاکستان اور مسلم لیگ کی حمایت کی تھی۔ بہرحال قراردادِ مقاصد کے منظور ہو جانے کے بعد ملک میں موجود سیکولر، لبرل طبقہ مختلف مسالک کا حوالہ دے کر یہ طعنہ دینے لگا کہ ملک میں کس کا اسلام نافذ کرو گے۔ اس پر تمام مکاتب فکر اور مسالک کے 31 جید علماء نے 22 نکات کی صورت میں پاکستان کو ایک حقیقی اسلامی فلاحی ریاست بنانے کا فارمولا پیش کر دیا جس سے سیکولر، لبرل طبقے کی زبان بندی بھی ہو گئی۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس بنیاد پر ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ و قیام کے لیے تن من دھن لگا دیا جاتا لیکن سول و ملٹری بیوروکریسی اور سیاست دانوں کے دل مغرب سے مرعوب ہو کر نام نہاد سیکولر، لبرل آزادی کی طرف کھنچے چلے جا رہے تھے۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ لیاقت علی خان کی وزارتِ عظمیٰ تک ملک صحیح پٹڑی پر چلتا رہا۔ اپنے دورۂ امریکہ کے دوران انہوں نے صہیونیوں کی اس پیشکش کہ اسرائیل کو تسلیم کر لو، پاکستان میں دودھ اور شہد کی نہریں جاری کر دیں گے اور اس قدر دولت ملے گی کہ دوبارہ کسی سے کچھ مانگنے کی ضرورت نہیں رہے گی کو ٹھکراتے ہوئے یہ ایمان افروز جواب دیا: "Gentlemen! Our Souls are not for Sale"

بات کو بہتر انداز میں سمجھنے کے لیے اس وقت پاکستان کے معاشی حالات کا جائزہ لینا ناگزیر ہے۔ قیامِ پاکستان کے وقت معاشی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔ بھارت نے تقسیم کے وقت وسائل کے حوالے سے طے شدہ حصہ پاکستان کو دینے سے انکار کر دیا تھا۔ پھر نئی مملکت قائم کرنے کے بعد انتظامی مسائل بھی بے تحاشہ تھے۔ البتہ اس وقت ریاستی سطح پر بگاڑ اس قدر نہیں تھا کہ وہ ہماری پہچان بن جاتا۔ بہرحال لیاقت علی خان کو ایک سازش کے تحت شہید کر دیا گیا اور اصل قاتل کا پتہ نہ چل سکا! سانحات پر مٹی پاؤ اور قالین کے نیچے چھپا دو کا لائحہ عمل شروع دن سے ہی اس مملکت کی جڑوں میں بیٹھ چکا تھا اور مستقبل میں پیش آنے والے سانحات سے ہمارے اس گمان کو تقویت ملتی ہے۔ 1971ء میں سقوطِ مشرقی پاکستان کی تحقیقات کے لیے حمود الرحمٰن کمیشن قائم کیا گیا لیکن اس کی رپورٹ منظرِ عام پر نہ لانے دی گئی۔ یہ تو بعد ازاں جب رپورٹ بھارت سے لیک ہوئی تو دنیا کو دیکھنے اور پڑھنے کا موقع ملا۔ اُس وقت سے لے کر آج تک ملک کو نظریہ ضرورت، کرپشن، سودی معیشت، اقرباء پروری وغیرہ جیسے ناسوروں نے کھوکھلا کر کے رکھ دیا ہے۔ بھارت نے بٹوارے کے فوراً بعد اپنے ہاں جاگیرداری نظام کا خاتمہ کر دیا تھا، لیکن پاکستان میں جاگیرداروں، سرمایہ داروں، سول و ملٹری بیوروکریسی، عدالتی بیوروکریسی۔ الغرض اشرافیہ نے ملک میں اپنی اجارہ داری قائم کر لی اور مملکت کے فیصلوں اور پالیسی سازی کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔

23 مارچ یومِ پاکستان کے طور پر زور و شور سے منایا جاتا ہے۔ اس دن کے حوالے سے اصل سوال تو یہ ہے کہ یومِ پاکستان اگر 23 مارچ ہے تو پھر 14 اگست کیا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ 23 مارچ کو ہم اس لیے یومِ پاکستان قرار دیتے ہیں کہ 1940ء میں اس دن منٹو پارک میں منعقدہ مسلم لیگ کے تین روزہ اجلاس میں قراردادِ لاہور منظور ہوئی۔ اس وقت تک مسلم لیگ نے پاکستان کا نام بھی نہیں لیا تھا بلکہ صحیح طرح الفاظ میں پاکستان کا متحدہ ہندوستان سے علیحدہ ایک ملک کے طور پر قائم کیا جانا بھی اس قرارداد میں موجود نہ تھا۔ قراردادِ لاہور کے عنوان سے پیش کی گئی اس قرارداد میں متحدہ ہند میں رہتے ہوئے ہی مسلمانوں کے لیے آزاد ریاست یا ریاستوں کا مطالبہ تھا۔ (Independent State or States) بہرحال اس میں دو رائے نہیں کہ قراردادِ پاکستان ہی آزادی کی بنیاد ثابت ہوئی اور ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ 1940ء سے 1947ء کے درمیان 7 سال کے قلیل عرصہ میں مسلم لیگ نے قائداعظم محمد علی جناح کے زیرِ قیادت متحدہ ہندوستان کے طول و عرض میں پاکستان کے قیام

کے لیے خوب محنت کی۔ جس کا نتیجہ 1946ء کے انتخابات میں سامنے آیا جب مسلم لیگ نے متحدہ ہندوستان کے مسلم اکثریتی علاقوں میں تمام مسلم نشستوں کو سویپ کر لیا۔ ان میں وہ صوبے بھی شامل تھے جو کسی صورت مستقبل کے پاکستان کا حصہ نہ بن سکتے تھے لیکن اُن صوبوں کے مسلم عوام نے بھی مسلم لیگ کے حق میں ووٹ دے کر حجت قائم کر دی کہ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ ہم پاکستان کا حصہ تو نہیں بن سکیں گے لیکن ہمارے ووٹ کو استعمال کرو اور ایک علیحدہ خطۂ زمین حاصل کر کے اُس میں اسلام قائم کرو۔ ان 7 سالوں میں قیامِ پاکستان کے حوالے سے کئی نعرے سامنے آئے جن میں ”پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ“ اور ”مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ“ سرفہرست تھے۔ پاکستان کے سیکولر، لبرل طبقہ کا کہنا ہے کہ ”پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ“ کا نعرہ تو چند چھوکروں نے لگایا تھا۔ یہ بات اگر درست بھی ہو تو خاص اہمیت کی حامل نہیں کیونکہ عوامی سطح پر اسے بھرپور پذیرائی حاصل ہوئی۔ پھر یہ کہ اگر عوام نے اس نعرہ کو متعارف کرایا تو یہ ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ پاکستان کے عوام نئی مملکت میں اسلام کو بحیثیت دین نافذ و قائم کرنا چاہتے تھے۔

تاریخ اس بات پر بھی شاہد ہے کہ قیامِ پاکستان کے بعد 1948ء سے لے کے 1955ء تک 23 مارچ کا دن منانے کے حوالے سے حکومتِ پاکستان بالکل خاموش رہی۔ حکومتی ریکارڈ کے مطابق مذکورہ 8 سالوں میں نہ تو یہ دن منایا گیا، نہ قومی تعطیل ہوئی، نہ کوئی جشن ہوا اور نہ کوئی پریڈ وغیرہ ہوئی، یہ سوال ہم قارئین کے لیے چھوڑتے ہیں کہ آخر ایسا کیوں ہوا؟

23 مارچ 1956ء کو اس وقت کے وزیر اعظم چودھری محمد علی نے ملک کو پہلا آئین دیا۔ پاکستان تختِ برطانیہ کی ماتحتی سے اعلانیہ طور پر الگ ہو گیا اور اس دن کو یومِ جمہوریہ قرار دیا گیا۔ لہٰذا 1957ء اور 1958ء میں 23 مارچ کو بطور یومِ جمہوریہ پاکستان ہی منایا گیا۔ قومی تعطیل اور تمام مروجہ تقریبات منعقد ہوئیں۔ لیکن اکتوبر 1958ء میں جنرل ایوب خان نے ملک بھر میں مارشل لاء لگا دیا اور 1956ء کے آئین کو منسوخ کر دیا۔ گویا بھاری بھرکم خاکی بوٹوں نے جمہوریت اور آئین کو مسل دیا۔ 1959ء میں جب 23 مارچ کی آمد آمد تھی تو فوجی حکمرانوں کے سامنے یہ مسئلہ پیدا ہوا کہ یومِ جمہوریہ کس طرح منائیں؟ کیونکہ مارشل لاء اور جمہوریت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ 1956ء کے آئین کو تو ڈکٹیٹر نے مسل کر رکھ دیا تھا اور اسے کفن پہنا کر دفنا دیا گیا تھا۔ اس موقع پر سول بیوروکریسی جو گزشتہ 78 سالوں سے اپنی ذہانت اور عیاری سے حکومتوں کے مشکل مسائل کا حل چٹکی بجاتے پیش کر دیتی ہے، اُس نے مارشل لاء حکومت کو تسلی دی کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ ایوب خان کے مارشل لاء کی خوش قسمتی (حکمرانوں کی خوش قسمتی اکثر عوام کی بدقسمتی ثابت ہوتی ہے) کہ 23 مارچ کو یومِ جمہوریہ کی بجائے یومِ پاکستان سے بدل دیا گیا۔ حیرت اور افسوس کا مقام ہے کہ اس نوخیز جمہوریت کو زندہ درگور کرنے پر ملک میں جمہوریت کے چیمپئن افراد اور اداروں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی تھی کہ گزشتہ 78 برس کے دوران پاکستان میں صفِ اول کا کوئی لیڈر بھی ایسا نہیں گزرا جو عوام کی پیداوار ہو۔ سب نے مبینہ گیٹ نمبر 4 کا سہارا لیا۔

یہ بات تو اظہر من الشمس ہے کہ لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد پاکستان کو کوئی مخلص جمہوری لیڈر نہیں ملا۔ اقتدار اور قوت کے نشے میں حکومت کے مزے لینا اُن کا طرۂ امتیاز بن گیا۔ دوسری طرف پہلے سول بیوروکریسی اور پھر 1958ء سے لے کر آج تک ملٹری بیوروکریسی، جسے ہم پیار سے اسٹیبلشمنٹ بھی کہہ جاتے ہیں، وہ ملک کے سیاہ و سفید کے مالک بنے رہے اور آج بھی معاملہ کچھ ایسا ہی ہے (ہائبرڈ نظام!)۔ چاہے سیاسی قیادتیں ہوں یا سول، عسکری و عدالتی بیوروکریسی، یعنی ملکی اشرافیہ نے اسلام کی بجائے لبرل ازم اور سیکولرازم کی طرف ہی قدم بڑھایا۔ بدقسمتی سے دینی و مذہبی جماعتوں نے بھی نفاذِ اسلام کے حوالے سے محض نعروں اور اجتماعات کے انعقاد پر اکتفا کر لیا۔ الا ماشاء اللہ۔ اشرافیہ کی تمام تر کاوشیں اور صلاحیتیں اصلاً دنیا کمانے میں صرف ہونے لگیں۔ آج صورتحال یہ ہے کہ پاکستان، جسے اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم بن گوریان نے اپنا اصل حریف قرار دیا تھا، اسلامی نظام کے قیام کے حوالے سے کوسوں دور ہے۔ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کسی بھی دوسرے ملک کی طرح ایک نیشن سٹیٹ کی حیثیت رکھتا ہے۔

عالمی پس منظر میں دیکھا جائے تو اسرائیل کا اصل ہدف پاکستان کا ایٹمی پروگرام، میزائل ٹیکنالوجی اور تربیت یافتہ فوج ہیں۔ دوسری طرف ہمارا ازلی دشمن بھارت موقع کی تاک میں ہے کہ کس طرح پاکستان کو شدید ترین نقصان پہنچایا جا سکے۔ ہم امریکہ کی کنیز آئی ایم ایف کے اسیر ہو کر رہ گئے ہیں اور اب یہ عالمی استعماری ادارہ ہر سطح پر ہمیں ڈکٹیشن دے رہا ہے۔ اسٹیبلشمنٹ اپنا اصل کام یعنی ملک کے جغرافیائی باڈرز کے دفاع کو چھوڑ کر سیاست اور پلاٹوں کے خرید و فروخت میں مشغول ہے۔ سپریم کورٹ کے شریعت اپیلیٹ بینچ کی حالت یہ ہے کہ سودی معیشت اور ٹرانس جینڈر جیسے قبیح قوانین کے خاتمے کے لیے فیڈرل شریعت کورٹ کے معرکۃ الآرا فیصلہ کے خلاف دائر اپیلیں سننے کے لیے تیار نہیں۔ حکمرانوں کی بات کریں تو کرپشن اور فضول خرچی کا دور دورہ ہے۔ آج کی اپوزیشن جب حکومت میں تھی تو ملک کی اسلامی اساس کو قائم و نافذ کرنے میں بری طرح ناکام رہی اور اس نے بھی محض ’اسلامک ٹچ‘ پر اکتفا کیا۔ رہی سہی کسر بے لگام سوشل میڈیا نے پوری کر دی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور پاکستان لازم و ملزوم ہیں۔ ملک کو درپیش بظاہر لاینحل سیاسی، معاشی، معاشرتی، اخلاقی، بین الاقوامی تعلقات واس سے متعلق معاملات اور تعلیم اور صحت کے مسائل کی بنیادی وجہ اسلام نہیں بلکہ اسلام سے اعراض اور دوری ہے۔ اب وزیر اعظم اور آرمی چیف کی سعودی عرب کے ولی عہد کے طلب کرنے پر حاضری ایک نئے مسئلہ کا پیش خیمہ دکھائی دیتی ہے۔ واللہ اعلم! بہر حال اشرافیہ مغرب کو خوش کرنے کے لیے ملک کے اثاثہ جات تک کو کوڑیوں کے بھاؤ بیچنے کے لیے تیار دکھائی دیتی ہے۔ پھر یہ کہ دہشت گردی کا عفریت ہماری جڑوں کو کھوکھلا کر رہا ہے۔ دشمن کا تو کام ہی یہ ہے کہ وہ ہماری کوتاہیوں کو اپنے مفاد میں استعمال کرے اور اگر وہ ایسا نہ کرے تو انتہائی نالائق ہوگا۔ ہمیں تو اپنے گریبان میں جھانکنے کی ضرورت ہے۔ اگرچہ دہشت گردوں کے پشت پناہ مشرقی اور مغربی دونوں سرحدوں کے پار موجود ہیں لیکن ان کی بیخ کنی اور ان میں سے بعض گروہوں کے ساتھ سنجیدہ مذاکرات کی نیت دکھائی نہیں دیتی۔ بہر حال مستقبل انتہائی مخدوش دکھائی دے رہا ہے۔ لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم آخرت کی فلاح جو کہ حقیقی فلاح ہے، اس کو پانے کے لیے نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دیں اور آخرت کا خسارہ جو کہ حقیقی خسارہ ہے، اس سے بچنے کے لیے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں۔ یہ کام آسان نہیں لیکن ناگزیر ہے، جس کے لیے ملک کے تمام سٹیک ہولڈرز کو پُرخلوص اور کمر توڑ محنت کرنا ہوگی۔ دنیا چاہے لبرل، سیکولر آرڈر کے حق میں کتنے ہی دلفریب دلائل پیش کرے، حقیقت یہ ہے کہ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے ملک میں ان کی کوئی جگہ نہیں۔ بقول اقبال:

اپنی ملت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ

لہٰذا ملک میں اللہ کے دین کو نافذ اور قائم کیے بغیر اللہ کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دنیاوی طور پر دیرپا خوشحالی آ سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حکمرانوں، مقتدر طبقات، اشرافیہ کے دیگر اجزاء ترکیبی اور عوام سب کو اس حقیقت کو سمجھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ تب ہی 23 مارچ کی اصل روح کو پہچاننا اور اس پر عمل پیرا ہونا ممکن ہوگا۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات!

زندگی بھر کا روزہ، تقویٰ اور ہدایت

(قرآن وحدیث کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے 14 مارچ 2025ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوتِ آیاتِ قرآنی کے بعد!

رمضان کے روزوں کا ایک بڑا مقصد جو قرآن میں بیان ہوا ہے وہ تقویٰ کا حصول ہے تاکہ رمضان کی اس مشق سے انسان ساری زندگی کا روزہ رکھنے (یعنی حلال اختیار کرنے اور حرام کو چھوڑنے) کے قابل ہو جائے۔ لیکن آج ہمارے ہاں المیہ ہے کہ ابھی آدھا رمضان بھی نہیں گزرا کہ مساجد میں نمازیوں کی تعداد کم ہونا شروع ہو گئی ہے، تراویح میں بھی لوگوں کی تعداد کم ہو رہی ہے، ایسے ہی اور بھی بہت سی چیزیں دیکھنے میں آرہی ہیں۔ رمضان کا تقدس ویسے ہی پامال ہونا شروع ہو گیا ہے، کرکٹ میچ بھی رمضان میں ہی رکھے گئے، ہمارے نوجوان اپنی راتیں قرآن کے ساتھ گزارنے کی بجائے راتوں کو کرکٹ کھیل رہے ہیں۔ انتہا یہ کہ اب لڑکیوں کو بھی میدان میں اُتار دیا گیا ہے، انا للہ وانا الیہ راجعون! حالانکہ رمضان کے مقدس ماہ میں اللہ تعالیٰ ہمارے لیے جنت کے دروازے کھولتا ہے اور جہنم کے دروازوں کو بند کردیتا ہے اور ہر رات آسمانِ دنیا سے صدا آتی ہے کہ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا جس کو میں معاف کردوں؟ لیکن ہم بخشش، مغفرت اور رحمت کے اس ماہ کی اس طور پر ناقدری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور رمضان کی جو راتیں باقی ہیں ان کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

زندگی بھر کا روزہ

روزہ صرف ماہ رمضان کا ہی نہیں بلکہ زندگی بھر کا بھی ہے۔ رمضان کے روزوں کا مقصد اللہ نے قرآن میں بتایا:

''اے ایمان والو! تم پر بھی روزہ رکھنا فرض کیا گیا ہے جیسے کہ فرض کیا گیا تھا تم سے پہلوں پر تاکہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔'' (البقرہ:183)

اللہ کی نافرمانیوں سے بچنا، اللہ کا خوف دل میں رکھنا، اللہ کی پکڑ اور عذاب سے ڈرتے رہنا تقویٰ ہے۔ ہم حالتِ روزہ میں اللہ کے حکم پر عمل کرتے ہوئے حلال چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں، زوجین کا تعلق حلال ہے لیکن اس کو بھی چھوڑ دیتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ہم پوری زندگی میں حرام چیزوں کو چھوڑ دیں۔ یہ پوری زندگی کا روزہ ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے۔'' (آل عمران:102)

مرتب: ابوابراہیم

اللہ کے تقویٰ کا حق ادا کرنا آسان نہیں ہے۔ اس آیت پر صحابہ کرام ؓ بھی پریشان ہوئے۔ عرض کی یا رسول اللہ ﷺ کس کے بس میں ہے کہ وہ اللہ کے تقویٰ کا حق ادا کر سکے۔ اس کے بعد اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''پس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اپنی حدِ امکان تک' اور سنو اور اطاعت کرو۔'' (تغابن:16)

یعنی اتنا تو گناہوں سے بچو جتنا تمہارے بس میں ہے۔ اتنی تو محنت کرو کہ اللہ کے حقیقی بندے بن سکو۔ جو بچہ پانچویں کلاس میں پڑھ رہا ہے، اس کو معلوم نہیں ہے کہ کل اس نے کہاں تک جانا ہے مگر اس کے باوجود وہ بھی محنت کر رہا ہے۔ اس کے والدین بھی اس پر محنت کر رہے ہیں، وہ گریڈ 10 تک بھی جاتا ہے، ماسٹرز کرتا ہے، پی ایچ ڈی کرتا ہے، جیسے جیسے آگے بڑھتا جاتا ہے، اس کی صلاحیت بڑھتی ہے۔ جس فیلڈ میں بندہ محنت کرے، اس میں اس کی صلاحیت بڑھتی جاتی ہے۔ اسی طرح تقویٰ کی فیلڈ میں بندہ محنت کرے تو اس میں بھی اس کی صلاحیت بڑھتی چلی جائے گی اور اللہ اس کی مدد کرے گا۔ حدیث قدسی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میرا بندہ مجھے دل میں یاد کرے تو میں بھی اس کو 'دل' میں یاد کرتا ہوں، وہ کسی محفل میں یاد کرے تو میں اس سے بہتر محفل میں اس کا ذکر کرتا ہوں، وہ بالشت بھر میری طرف آئے تو میں ہاتھ بھر اُس کی طرف آتا ہوں۔ وہ چل کر میری طرف آئے تو میں دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں۔ یعنی جب ہم اللہ کی طرف بڑھیں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارا ہاتھ تھام لے گا۔ فرمایا:

''اور جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کریں گے ہم لازماً ان کی راہنمائی کریں گے اپنے راستوں کی طرف۔'' (العنکبوت:69)

اسی طرح ہم اگر تقویٰ میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے گا اور ہمارے لیے ہدایت اور صراطِ مستقیم کے راستے کھول دے گا۔ جس طرح ہم رمضان کے روزہ میں اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے لیے کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں، کئی حلال چیزیں چھوڑ دیتے ہیں، اسی طرح ساری زندگی کے روزے میں ہم حرام چیزوں کو چھوڑنے کی جدوجہد کریں۔ جیسا کہ فرمایا:

''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے' اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔'' (آل عمران:102)

اسلام صرف رمضان، پنج وقتہ نماز، جمعہ وعیدین کی نماز تک محدود نہیں ہے بلکہ اسلام کی ضرورت گھر میں بھی ہے، دفتر میں بھی ہے، سفر میں بھی ہے، دکان پر بھی ہے، سلطنت، ریاست، معیشت، معاشرت، ہر جگہ پر ہے۔ پوری زندگی اور زندگی کے ہر شعبہ میں اسلام نافذ ہو۔ جیسا کہ فرمایا:

''اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔'' (البقرہ:208)

اس پورے کے پورے اسلام پر عمل کرنے کی ایک مشق رمضان کے روزے ہیں کہ روزے میں آپ نے اللہ کے لیے حلال چیزوں کو بھی چھوڑ دیا اسی طرح پوری زندگی میں حرام چیزوں کو چھوڑ دو۔ ہر وہ چیز حرام ہے جس کو اللہ

اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے۔ اس کی تفصیل قرآن و حدیث و تفاسیر میں مل جائے گی۔ ممکن ہے جدید دور میں بہت سے ایسے مسائل سامنے آئیں جن کے متعلق قرآن و حدیث میں بظاہر رہنمائی نہ مل سکے تو اللہ نے اجتہاد کا دروازہ کھلا رکھا۔ اس صورت میں دین کا علم رکھنے والے قرآن و حدیث کی روشنی میں اجتہاد کریں گے۔ گویا کہ رمضان پوری زندگی کے روزے کے لیے ایک مشق ہے کہ ہم نے زندگی کے ہر مرحلے پر اور ہر معاملے میں اللہ کی بندگی کا ثبوت دینا ہے۔

کتنے ہی لوگ ہوتے ہیں جو روزہ رکھ کر کھانا پینا چھوڑ دیتے ہیں، حلال چیزوں کو چھوڑ دیتے ہیں لیکن حرام کام نہیں چھوڑتے، سود، رشوت، کرپشن نہیں چھوڑتے، روزہ رکھا ہوا ہے لیکن فلمیں اور ڈرامے دیکھے جا رہے ہیں، ناچ گانا، بے حیائی اور فحاشی چل رہی ہے، گالم گلوچ، وعدہ خلافی، غیبت، دکھاوا چل رہا ہے۔ بہن بیٹی کا حق نہیں دے رہے۔ احادیث مبارکہ کی رو سے ایسے لوگوں کو روزہ کا کوئی فائدہ نہیں مل رہا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ''کتنے روزہ دار ایسے ہیں جن کو بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔'' (سنن نسائی)

اسی طرح آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے روزہ رکھ کر بھی جھوٹ بولنا اور جھوٹی باتوں پر عمل کرنا ترک نہ کیا، اللہ کو اس شخص کے بھوکے پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں ہے۔'' (ابن ماجہ)

اسی طرح اگر زندگی بھر کے روزے میں ہم نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، قربانی تو کر رہے ہیں، لیکن ساتھ سود، شراب، جوا، سٹہ، ناچ گانا، بے حیائی اور فحاشی سب چل رہا ہے تو ایسا ایمان اللہ کو قبول نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے:
﴿یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ص﴾ (البقرہ: 208) ''اے اہل ایمان! اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔''

یہ نہیں کہ دین کی کچھ باتوں پر عمل کر لیا اور باقی کو چھوڑ دیا۔ ایسا اسلام اللہ کو قبول نہیں۔ یہ پوری زندگی کے روزے کا اصل تقاضا ہے جبکہ ہمارے ہاں بدقسمتی سے یہ ہوتا ہے کہ ابھی عید کا چاند نظر بھی نہیں آتا کہ مسجدیں خالی ہو جاتی ہیں، چاند رات میں عشاء کی نماز میں صفیں خالی ہو جاتی ہیں، ہوائی فائرنگ اور ہلہ گلہ شروع ہو جاتا ہے جیسا کہ شیطان کے آزاد ہونے کی خوشی میں جشن منایا جا رہا ہو۔ استغفر اللہ۔ رمضان کے دوران جو مشق ہم نے کی ہے، اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہم تقویٰ حاصل کریں اور اللہ کی نافرمانیوں اور بُرے کاموں سے باز آ جائیں۔ اس لحاظ سے ہم سب کو اپنا جائزہ لینا چاہیے کہ رمضان کی بدولت گناہوں اور اللہ کی نافرمانی سے بچنے کے حوالے سے، حرام کو چھوڑنے کے حوالے سے ہماری زندگی میں کوئی تبدیلی آ رہی ہے یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو توفیق عطا کرے۔

رمضان کا روزہ صبح صادق سے شروع ہو کر غروب آفتاب پر ختم ہوتا ہے۔ زندگی بھر کا روزہ انسان کے بالغ ہونے سے لے کر موت تک ہے۔ اس پورے عرصہ میں حرام چیزوں سے بچنا ہے، اللہ کی حدود کو پامال کرنے سے بچنا ہے۔ آج ہمارے حکمران، سیاستدان، جرنیل، جج اور بیوروکریٹ کہتے ہیں فلاں ہماری ریڈ لائن ہے۔ ہمیں اپنی بنائی ہوئی ریڈ لائنز کا اتنا خیال ہے تو کیا اللہ کی بھی کوئی ریڈ لائنز ہیں یا نہیں؟ سورہ نوح میں فرمایا:
﴿مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ﴿۱۳﴾﴾ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کے امیدوار نہیں ہو؟''

سورۃ التوبہ میں اللہ فرماتا ہے:
﴿اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۳﴾﴾ (آیت 13) ''کیا تم ان سے ڈر رہے ہو؟ اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔''

اللہ تعالیٰ کی کچھ ریڈ لائنز ہیں۔ فرمایا:
﴿تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ﴾ (البقرہ: 229)
''یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان سے تجاوز مت کرو۔''

یہ پوری زندگی کا روزہ ہے، پوری زندگی اللہ کی حدود کا خیال رکھنا ہے، اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہونا ہے۔ یہ روزہ تب افطار ہوگا جب اللہ کے رسول ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے جام کوثر نصیب ہوگا اور عید تب ہوگی جب اللہ حجاب ہٹا کر اپنا دیدار کرائے گا اور جہنم سے بچا کر جنت میں داخل فرمائے گا۔

تقویٰ کی برکات

تقویٰ دلوں میں اگر ہو تو یہ عمل میں بھی نظر آئے گا اور اس کی وجہ سے زندگی میں نکھار آئے گا اور زندگی کے کئی مسائل خود بخود حل ہو جائیں گے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کے رکوع نمبر 28 سے 31 تک گھریلو زندگی کے حوالے سے احکامات ہیں جن میں بار بار تقویٰ کی تلقین کی گئی ہے۔ اگر ہم تقویٰ اختیار کریں گے، دل میں خدا کا خوف ہوگا، کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہیں کریں گے، کسی کا حق نہیں ماریں گے، والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں گے، چھوٹوں سے شفقت اور بڑوں سے احترام سے پیش آئیں گے تو گھریلو زندگی اور خاندان میں امن اور سکون پیدا ہوگا اور بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔ اسی طرح سورۃ الطلاق کے شروع میں فرمایا:
''اور جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا' اللہ اس کے لیے (مشکلات سے) نکلنے کا راستہ پیدا کر دے گا۔ اور اسے وہاں سے رزق دے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہو گا۔'' (آیات 2،3)

زندگی میں برکات اور رحمتیں دل میں اللہ کا تقویٰ پیدا کرنے سے حاصل ہوتی ہیں جبکہ آج قوم پیروں، فقیروں اور عاملوں کے پیچھے دوڑ رہی ہے۔ استغفر اللہ۔ یہ اپنا عقیدہ اور آخرت برباد کرنے والی بات ہے۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی تمام مشکلات اور مسائل کا حل اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ تمام نعمتیں اُسی کی ہیں۔ فرمایا:
﴿وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَی اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ﴾ (الطلاق: 3)
''اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے تو اس کے لیے وہ کافی ہے۔''
آج ہمارا یقین امریکہ اور چین پر تو ہے مگر اللہ پر نہیں ہے، اسی وجہ سے ہم دنیا میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

آگے فرمایا:
''اور جو کوئی اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ اُس کے کاموں میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔'' (الطلاق: 4)
جو جائز کام کسی کے پھنسے ہوئے ہیں، اللہ ان میں آسانی پیدا فرما دے گا۔ اتنا ہی نہیں بلکہ:
''اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا وہ اُس کی برائیوں کو اس سے دُور فرما دے گا'' (الطلاق: 5)
یعنی گناہوں کو معاف کر دے گا اور نیکیوں کا اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ معلوم ہوا کہ تقویٰ کتنی بڑی نعمت ہے جو ہمیں رمضان میں حاصل ہو سکتی ہے۔ مزید فرمایا:
''اور اگر یہ بستیوں والے ایمان لاتے اور تقویٰ کی روش اختیار کرتے تو ہم ان پر کھول دیتے آسمانوں اور زمین کی برکتیں۔'' (الاعراف: 96)
آگے فرمایا:
''لیکن انہوں نے جھٹلایا تو ہم نے ان کو پکڑ لیا ان کے کرتوتوں کی پاداش میں۔'' (الاعراف: 96)
آج انفرادی اور اجتماعی سطح پر ہم جن مصائب کا شکار ہیں اس کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے اور ان مصائب سے نکلنے کا حل بھی یہی ہے کہ ہم تقویٰ کی روش اختیار کریں۔
تقویٰ نہ صرف دنیوی زندگی کے سدھار کے لیے بلکہ اُخروی نجات کے لیے بھی ضروری ہے کیونکہ جنت میں صرف وہی جائے گا جس کے دل میں تقویٰ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے متقی بندوں میں شامل فرمائے اور پوری زندگی کا روزہ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اسلاموفوبیا کا تدارک

اسلاموفوبیا ایک ایسا تعصب اور عناد ہے جو بلاوجہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لوگوں کے ذہنوں میں پیدا کر دیا گیا ہے۔ اس کا شکار ہو کر اسلامی شعائر کا مذاق اُڑایا جاتا ہے، اللہ کی کتابوں کی توہین کی جاتی ہے، اللہ کے رسولوں علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کی جاتی ہیں، مسلم خواتین کے نقاب نوچے جاتے ہیں، ان پر تشدد کیا جاتا ہے، مسلمانوں پر قاتلانہ حملے کیے جاتے ہیں اور مسلمانوں پر دہشت گردی کا الزام لگایا جاتا ہے۔ حالانکہ گزشتہ 20 سالوں میں سب سے زیادہ خون مسلمانوں کا بہا ہے لیکن عراق، افغانستان، شام، لیبیا، فلسطین، کشمیر، بھارت، میانمار میں کروڑوں مسلمانوں کا قتل عام کرنے والے امریکہ، برطانیہ، اسرائیل، نیٹو، بھارت اور برما کو کوئی دہشت گرد نہیں کہتا۔ اُلٹا دہشت گردی کا الزام مسلمانوں پر لگایا جاتا ہے۔ اسی چیز کا نام اسلاموفوبیا ہے۔

2021ء میں عمران خان نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں اسلاموفوبیا کے خلاف آواز اُٹھائی اور پھر اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل مندوب منیر اکرم نے قرارداد پیش کی کہ اسلاموفوبیا کا تدارک ہونا چاہیے اور اس کے لیے عالمی دن مقرر ہونا چاہیے۔ اس کے نتیجہ میں 15 مارچ کا دن مقرر ہوا۔ لیکن اس کے بعد بھی فرانسیسی صدر کی سرپرستی میں گستاخانہ خاکے شائع کیے گئے، سویڈن، ڈنمارک اور ناروے میں قرآن کی توہین کے واقعات ہوئے، باحجاب مسلم خواتین پر جرمنی میں چاقو سے وار کر کے انہیں زخمی کیا گیا، مساجد میں خنزیر چھوڑے گئے۔ گویا کہ اسلاموفوبیا کا عالمی دن متعین ہونے کے بعد بھی گستاخیوں اور توہین کا سلسلہ بڑھا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں عالمی اداروں پر انحصار کرنے کی بجائے باطل قوتوں کو خود جواب دینا چاہیے اور مل کر کچھ اقدامات کرنے چاہئیں لیکن مسلم حکمرانوں کی ترجیحات میں شاید یہ شامل نہیں ہے۔ خالی دن منانے سے کچھ نہیں ہوگا۔ اگر دن متعین ہو گیا تھا تو مسلم حکمرانوں کو اس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے سفارتی سطح پر کوششیں کرنی چاہئیں تھیں، توہین کے مرتکب ممالک سے سفارتی تعلقات ختم کرنے چاہئیں تھے، تجارتی بائیکاٹ کرنا چاہیے تھا تب جا کر اسلاموفوبیا کا تدارک ممکن ہوتا۔ سعودی عرب نے ایک دفعہ صرف بائیکاٹ کی دھمکی دی تھی تو ڈنمارک نے معافی مانگ لی تھی۔ اسی طرح ملائیشیا اور ترکی نے تجارتی بائیکاٹ کیا اس کے کچھ نہ کچھ اثرات ہوئے۔ بجائے اس کے اگر حکمران بھی صرف مذمتی بیانات تک محدود رہیں تو ان میں اور ایک امام مسجد میں کیا فرق ہے۔

بہر حال ہماری وزارت مذہبی امور نے کہا کہ 15 مارچ کو یوم تحفظ ناموس رسالت کے طور پر منائیں گے۔ اچھی بات ہے۔ وزارت مذہبی امور نے ایک اور مسئلہ کی جانب بھی توجہ دلائی ہے جو انتہائی سنگین ہے کہ اب گستاخیوں کا سلسلہ سوشل میڈیا کے ذریعے پھیلتا ہوا ہمارے ملک کے بچوں تک پہنچ چکا ہے۔ حکومت کو بھی اب ہوش آیا ہے۔ فحش مواد پھیلایا جاتا ہے اور اس کے ذریعے توہین مذہب اور توہین رسالت کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ آج بچے بچے کے ہاتھ میں موبائل ہے، لوگ دانستہ یا غیر دانستہ اس شیطانی سازش کا شکار ہو رہے ہیں۔ محرم اور نامحرم کی تمیز بھی ختم ہو گئی، گھر کے اندر فحش ویڈیوز بن رہی ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث ہے جب تم میں حیا نہ رہے تو جو چاہو کرو (بخاری)۔ یعنی پھر بے حمیتی اور بے حیائی کی کوئی انتہا نہیں رہتی۔ سینکڑوں مجرم پکڑے جا چکے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں ملوث ہیں۔

والدین سے گزارش ہے کہ وہ اپنے بچوں پر نظر رکھیں اور کوشش کریں کہ ضرورت سے زیادہ استعمال کے لیے انہیں انٹرنیٹ فراہم نہ کریں۔ اگر ضروری ہو تو ان کی نگرانی کا بھی انتظام کریں تاکہ وہ ان شیطانی سازشوں کا شکار نہ ہونے پائیں۔ حکومت کو بھی چاہیے کہ وہ کچھ ایسی پابندیاں لگائے تاکہ فحش مواد تک رسائی کو روکا جا سکے۔

اب یہ سمجھ بھی ہم لوگوں کو آجانی چاہیے کہ جو تعلیم ہم اپنے بچوں کو کالجوں، یونیورسٹیوں اور سکولوں میں دے رہے ہیں اس کے نتائج کیا نکل رہے ہیں۔ لہٰذا کوشش کریں کہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم و تربیت کا بھی انتظام ہو جائے۔ ورنہ حیا گئی تو سب کچھ چلا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور حکمرانوں سمیت سب کو ہدایت دے۔ آمین!

❁❁❁

پریس ریلیز 21 مارچ 2025ء

زلمے خلیل زاد کی افغانستان آمد پورے خطے اور خود افغانستان کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے

شجاع الدین شیخ

زلمے خلیل زاد کی افغانستان آمد پورے خطے اور خود افغانستان کے لیے خطرے کی گھنٹی ہے۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ زلمے خلیل زاد درحقیقت امریکہ اور عالمی ڈیپ سٹیٹ کے اہم کارندے ہیں۔ موصوف نائن الیون کے وقت افغانستان میں امریکہ کے سفیر تھے، جب نیٹو سمیت امریکہ کے اتحادیوں نے افغانستان پر حملہ کر کے ملا عمرؒ کی حکومت کا خاتمہ کر دیا تھا۔ 2003ء میں جب امریکہ اور برطانیہ نے ''وپنز آف ماس ڈسٹرکشن'' کا جھوٹا بہانہ تراش کر عراق پر حملہ کیا اور صدر صدام حسین کا تختہ الٹا تو اس کے بعد 2005ء سے 2007ء تک زلمے خلیل زاد عراق میں امریکہ کے سفیر رہے۔ لہٰذا ان سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ پھر یہ کہ رینڈ کارپوریشن کی بدنام زمانہ رپورٹ جس میں مسلمانوں کو چار گروہوں میں تقسیم کیا گیا تھا اور 'انتہا پسندوں' کے 'روایت پسندوں' کے ساتھ گٹھ جوڑ کو مغربی تہذیب کے لیے خطرہ قرار دیا گیا تھا جبکہ 'جدیدیت پسند' 'مسلم سکالرز' اور 'سیکولر' افراد کو مغرب کے پشت پناہ قرار دیا گیا تھا موصوف اُس رپورٹ کی مصنفہ شیرل برناڈ کے شوہر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ زلمے خلیل زاد کی امریکہ نوازی اور اسلام و مسلم دشمنی ظاہر و باہر ہے۔ امیر تنظیم نے کہا کہ افغانستان میں آپس کے اختلافات کی جو خبریں سامنے آرہی ہیں وہ انتہائی تشویش ناک ہیں۔ ایک طرف مغربی ممالک بظاہر اختلاف کے باوجود بھی حدیث مبارکہ ''الكفر ملة واحدة'' کے مصداق آپس میں جڑے ہوئے ہیں۔ دوسری طرف المیہ یہ ہے کہ مسلم ممالک آپس میں بٹے ہوئے ہیں اور ہر کوئی دوسرے کو نیچا دکھانے کے لیے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنائے ہوئے ہے، جس کا فائدہ صرف طاغوتی قوتوں کو حاصل ہو رہا ہے۔ امریکہ اور اس کے معاونین چاہتے ہیں کہ اس خطے میں افغانستان اور پاکستان محفوظ نہ رہیں، آپس میں بھڑ پڑیں اور متحد نہ ہوں تاکہ احادیث مبارکہ میں خراسان کے جس علاقے کا تذکرہ آیا ہے جہاں سے فوجیں حضرت مہدی کی نصرت کے لیے جائیں گی اور خراسان ہی سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے جو ایلیا (یروشلم) میں اسلام کا بول بالا کریں گے، وہ وجود میں نہ آسکے۔ آخر میں انہوں نے مسلم ممالک سے بالعموم اور حکومت پاکستان و افغانستان سے بالخصوص دردمندانہ اپیل کی کہ آپس کے اختلافات کو ختم کر کے متحد ہوں تاکہ طاغوتی قوتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر انہیں منہ توڑ جواب دیا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک کی برکات سے مسلمان ممالک کے حکمرانوں اور مقتدر حلقوں کو ہدایت عطا فرمائے۔ آمین! (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

پاکستان نے کلبھوشن یادیو کے معاملے کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش نہیں کیا جس طرح کرنا چاہیے تھا، اس سے بھارت کو پاکستان میں دہشت گردی کرنے کا مزید حوصلہ ملا: ڈاکٹر فرید احمد پراچہ

بلوچستان میں دہشت گردی کستان کے خلاف گریٹ گیم کا حصہ ہے جس میں بعض عالمی طاقتیں دہشت گردوں کی پشت پناہی کر رہی ہیں: ڈاکٹر محمد عارف صدیقی

''دہشت گردی کا خاتمہ کیسے؟''

پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' میں معروف تجزیہ نگاروں اور دانشوروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: بلوچستان میں ٹرین کو روک کر ساڑھے تین سو افراد یرغمال بنانے کی ذمہ داری بلوچستان لبریشن آرمی نے قبول کر لی ہے۔ BLA کی پشت پناہی کون کر رہا ہے اور اس کے کیا مقاصد ہیں؟

فرید احمد پراچہ: یہ اپنی نوعیت کا منفرد واقعہ ہے کیونکہ ٹرین کو اغوا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایسے چند ہی واقعات ہوئے ہیں۔ تاہم یہ اللہ کا شکر ہے کہ اغوا کار اپنے مذموم مقاصد میں کامیاب نہیں ہوئے اور یرغمال کیے گئے لوگ باحفاظت رہا کروا لیے گئے۔ BLA کے مقاصد کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں اور ان کے پشت پناہ بھی واضح ہیں۔ کلبھوشن یادیو کو 10 سال ہو گئے پاکستان کی قید میں ہے۔ وہ بھارت کا کرنل لیول کا حاضر سروس آفیسر ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد شاید ہی اس لیول کا حاضر سروس جاسوس گرفتار ہوا ہو۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بلوچستان میں دشمن قوتوں کا کتنا بڑا نیٹ ورک پھیلا ہوا ہے۔ اگر بھارت کے اندر پاکستان کا اتنا بڑا نیٹ ورک پکڑا جاتا تو بھارت نے پوری دنیا میں اس معاملے کو اُٹھانا تھا اور پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر سفارتی جنگ شروع کرنی تھی۔ لیکن پاکستان نے کلبھوشن کے معاملے کو دنیا کے سامنے اس طرح پیش نہیں کیا جس طرح کرنا چاہیے تھا۔ بھارت کے پاکستان کے خلاف دہشت گردی کے پروپیگنڈا کے جواب میں ہم اس چیز کو دنیا کے سامنے پیش کر سکتے تھے اور بھارتی عزائم کو کھل کر بے نقاب کر سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا جس کی وجہ سے بھارت کو مزید کھل کھیلنے کا موقع مل گیا اور اُس کا نیٹ ورک مزید مضبوط ہو گیا۔ یہ بہت بڑا سوالیہ نشان ہے کہ BLA کو مضبوط ہونے کا موقع کیوں دیا گیا؟ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اس بھارتی نیٹ ورک کا مقصد پاکستان کو توڑنا ہے۔ درحقیقت یہ ایک عالمی جنگ ہے جس میں چین کے انجینئرز کو بھی اغوا اور قتل کیا جاتا ہے کیونکہ امریکہ اور بھارت جیسی قوتیں چین کے خلاف ہیں اور سی پیک کو بھی سبوتاژ کرنا چاہتی ہیں کیونکہ سی پیک کا تعلق پاکستان کی معیشت سے بھی ہے۔

سوال: جماعت اسلامی کے ایک نمایاں کارکن مولانا ہدایت الرحمٰن نے بھی بلوچستان کے عوام کے حقوق کے لیے آواز اُٹھائی تھی۔ کیا وہ کوئی الگ معاملہ ہے؟

فرید احمد پراچہ: مولانا ہدایت الرحمٰن گوادر کے ماہی گیروں کے حقوق کے لیے آواز اُٹھا رہے ہیں۔ وہ

مرتب: محمد رفیق چودھری

کہتے ہیں کہ امریکہ اور چین کی لڑائی الگ چیز ہے اس میں بے چارے گوادر کے ماہی گیروں کا کیا قصور ہے؟ ان کی تو زمین بھی چھن گئی، روزگار چھن گیا۔ انہیں اپنا رزق کمانے سے بھی روکا جا رہا ہے، چیک پوسٹوں پر ان کی تذلیل کی جاتی ہے۔ مولانا ہدایت الرحمٰن یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارا فریق چائنہ نہیں ہے بلکہ ہمارا فریق وہی استحصالی طبقہ ہے جو ہمارے ماہی گیروں کا استحصال کر رہا ہے۔

سوال: کیا BLA کا صرف ون پوائنٹ ایجنڈا ہے کہ بلوچستان کی پاکستان سے علیحدگی ہونی چاہیے یا اس کے علاوہ بھی کچھ مقاصد ہیں؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: بظاہر تو یہ علیحدگی کی تحریک ہے لیکن حقیقت میں یہ اینٹی پاکستان تحریک ہے کیونکہ اس میں امریکہ کے علاوہ بھارت اور ایران بھی ملوث ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ مفتی شاہ امیر جنہوں نے بھارتی ایجنٹ کلبھوشن یادیو کو پکڑوایا تھا ان کو BLA نے شہید کر دیا۔ یہ کس کے مفادات کا تحفظ ہو رہا ہے؟ BLA کے پیچھے را بھی ہے، سی آئی اے بھی ہے اور دیگر غیر ملکی ایجنسیاں بھی ہیں۔ چینی مفادات پر حملے کا بلوچستان کی علیحدگی سے کیا تعلق ہے؟ دراصل یہ ساری بیرونی قوتیں ایک تو سی پیک کو ناکام بنانا چاہتی ہیں اور دوسرا وہ پاکستان کو ایک غیر محفوظ ملک باور کرانا چاہتی ہیں۔ اکثر قوم پرست بلوچ جو BLA کے ممبرز بھی ہیں کہتے ہیں کہ گوادر کے وسائل کی وجہ سے ہم پر ظلم ہو رہا ہے، پنجاب ہمارے وسائل پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ گوادر کبھی بلوچستان کا حصہ تھا ہی نہیں۔ اسے عمان سے وفاق نے پیسے دے کر خریدا تھا اور پیسے پاکستانی عوام کے ٹیکس کے تھے لہٰذا گوادر پاکستان کے عوام کی ملکیت ہے۔ اگر یہ بلوچوں کے حقوق کی بات ہوتی، مسنگ پرسنز کی بات ہوتی تو پھر BLA، ماہ رنگ بلوچ یا منظور پشتین ہر مظلوم کے ساتھ کھڑے ہوتے۔ کیا انہوں نے کبھی ان دہشت گردوں کی مذمت کی ہے جو بسوں سے اُتار کر لوگوں کو گولی مار دیتے ہیں۔ حالانکہ جب ماہ رنگ بلوچ اسلام آباد میں مسنگ پرسنز کے حوالے سے احتجاج کی قیادت کر رہی تھی تو اس وقت سب سے زیادہ پنجابی اس کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ آج جب دہشت گردوں کے حملے میں ہمارے بچے یتیم ہوتے ہیں، عورتیں بیوہ ہوتی ہیں تو ماہ رنگ بلوچ دیدہ دلیری سے کہتی ہے کہ میں کیوں مذمت کروں چاہے کوئی مرے۔ اتنا بے حس تو دشمن بھی نہیں ہوتا۔ بنیادی طور پر یہ ساری دہشت گردی پاکستان کے خلاف گریٹ گیم کا حصہ ہے کیونکہ ایک تو پاکستان کی جغرافیائی اہمیت ہے اور پھر سی پیک کی وجہ سے

بھی دشمنوں کے اپنے عزائم ہیں۔ پھر گوادر کا پاکستان کی معیشت سے بھی گہرا تعلق ہے۔ اس لیے وہ BLA اور دوسری تنظیموں کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

سوال: ایک بیانیہ تیار کیا جا رہا ہے کہ BLA کو ساری پشت پناہی افغانستان سے مل رہی ہے۔ اس میں کتنی سچائی ہے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: یہ ادھورا سچ ہے۔ پورا سچ یہ ہے کہ اس میں ایران بھی ملوث ہے، امریکہ اور بھارت بھی ملوث ہیں۔ آپ ان کا نام کیوں نہیں لیتے؟ کلبھوشن یادیو بلوچستان میں کہاں سے داخل ہوتا تھا؟ افغانستان کا معاملہ TTP کی وجہ سے بہت زیادہ گھمبیر ہے۔ نائن الیون کے بعد جب افغانستان پر امریکہ کا قبضہ تھا تو بھارت نے وہاں باقاعدہ دہشت گردی کے لیے انوسٹمنٹ کی تھی اور اسی کا نتیجہ ہے کہ آج دونوں ممالک میں خلیج پیدا ہو رہی ہے۔ البتہ بلوچستان کے معاملے میں ایران زیادہ ملوث ہے۔ اسی راستے سے زینبیون اور فاطمیون جا کر شام میں لڑتے رہے اور پھر واپس آ کر ان کے پاس کرنے کو کچھ نہیں ہے لہٰذا وہ آلہ کار بنتے ہیں۔

سوال: نائن الیون کے بعد پاکستان نے امریکہ کا ساتھ دیا اور پرویز مشرف نے لوگوں کو پکڑ پکڑ کر امریکہ کے حوالے کیا، ڈرون حملے کروائے۔ کیا یہ سب اسی کا ردعمل ہے اور کیا اس میں ہمارا اپنا قصور نہیں ہے؟

فرید احمد پراچہ: بالکل بے وفائیاں دو طرفہ ہیں۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے سفیر کو پکڑ کر پاکستان نے امریکہ کے حوالے کیا جو کہ سفارتی آداب کے بھی خلاف تھا۔ پھر پرویز مشرف نے اپنی کتاب میں اس بات پر فخر کیا کہ ہم نے ڈالروں کے عوض پکڑ پکڑ کر لوگوں کو امریکہ کے حوالے کیا۔ پھر عافیہ صدیقی تو پاکستان کی بیٹی تھی اس کو کس جرم میں امریکہ کے حوالے کیا گیا۔ یہ سب سوالات تاریخ میں محفوظ ہیں اور اُٹھتے رہیں گے۔ لہٰذا ہمیں اپنی غلطیوں پر بھی نظر رکھنی چاہیے اور ان کا ازالہ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

سوال: پاکستان کے دو صوبے اس وقت بہت زیادہ بدامنی کا شکار ہیں۔ خیبر پختونخوا میں TTP اور بلوچستان میں BLA سب سے زیادہ متحرک ہیں۔ کیا ان دونوں کا آپس میں کوئی گٹھ جوڑ ہے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: خیبر پختونخوا پر افغانستان اثر انداز ہو سکتا ہے اور بلوچستان پر ایران سب سے زیادہ اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اسی لیے ان دونوں پڑوسی ممالک کو عالمی قوتیں پاکستان کے خلاف استعمال کر رہی ہیں۔ افغانستان سے دہشت گردی کے پیچھے بھی بھارت ملوث رہا ہے، اسی طرح ایران کے راستے بلوچستان میں کلبھوشن کا نیٹ ورک پھیلا۔ لہٰذا دونوں کا آپس میں تعلق ہے۔ اسی طرح فرقہ واریت کی وجہ سے لوگوں کو شہید کیا جا رہا ہے، گاؤں کے گاؤں نیست و نابود کیے جا رہے ہیں، مساجد مسمار کی جا رہی ہیں۔ یہ ساری فرقہ واریت اور

> **گوادر کبھی بلوچستان کا حصہ نہیں تھا۔ وہ پاکستانی قوم کی ملکیت ہے کیونکہ پاکستانی قوم کے ٹیکس کے پیسوں سے وفاق نے گوادر کو عمان سے خریدا تھا۔**

دہشت گردی پاکستان کے دشمنوں کی وجہ سے ہے اور اس کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

سوال: مولانا حامد الحق سمیت کئی علماء کو چند ہفتوں میں شہید کر دیا گیا ہے۔ ان کا کیا قصور تھا اور ان کو شہید کرنے والے کون لوگ ہیں؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: مولانا حامد الحق سمیت جن علماء کو شہید کیا گیا وہ دراصل پاکستان کے حق میں تھے۔ جو بندہ بھی پاکستان کے حق میں ہوگا وہ دشمن کے خلاف ہوگا، وہ انڈیا، امریکہ اور دیگر طاغوتی قوتوں کے عزائم کے راستے میں رکاوٹ ہوگا۔ لہٰذا اس رکاوٹ کو راستے سے ہٹانے کے لیے ان لوگوں کو شہید کیا جا رہا ہے۔

سوال: جہاد کشمیر میں جن حضرات نے کردار ادا کیا اُن کے متعلق بھی پچھلے کچھ عرصہ سے خبریں آ رہی ہیں کہ فلاں کو شہید کر دیا گیا، فلاں کو شہید کر دیا گیا اور شہید کرنے کا طریقہ بھی ملتا جلتا تھا۔ آپ کو کیا نظر آ رہا ہے؟

فرید احمد پراچہ: اس وقت جو دہشت گردی کی لہر ہے اس کی آڑ میں را کے ایجنٹ بھی اپنا کھیل جاری رکھے ہوئے ہیں۔ اُن کو بھی اپنے اہداف حاصل کرنے کا موقع مل گیا ہے۔ ان حالات میں ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ریاست اور ریاستی اداروں پر بھی اُٹھ رہا ہے کہ یہ اتنے کمزور کیوں ہو گئے ہیں کہ دشمن کو سب موقع مل رہا ہے۔ یہ سوالیہ نشان اس وقت تک رہے گا جب تک کہ ان واقعات پر سختی سے قابو نہیں پا لیا جاتا۔

سوال: مسنگ پرسنز کا کیس حل کیوں نہیں ہو رہا ہے؟ کیا مسنگ پرسنز کی وجہ سے دہشت گردوں کو تائید نہیں مل رہی؟ اس عنصر کو کیسے ختم کیا جا سکتا ہے؟

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: بنیادی بات یہ ہے کہ مسنگ پرسنز یا ماورائے عدالت قتل یا ماورائے عدالت اغوا کسی بھی صورت ریاست کے مفاد میں نہیں ہے۔ اس پر پارلیمنٹ میں بھی آواز اُٹھائی جاتی ہے، میڈیا پر بھی اس حوالے سے مہم چلائی گئی، بہت سی تنظیمیں آئینی حدود میں رہتے ہوئے اس پر آواز اُٹھا رہی ہیں جیسا کہ آمنہ جنجوعہ صاحبہ کی تنظیم ہے۔ کچھ مسنگ پرسنز مل بھی گئے۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ دہشت گرد مقابلے میں مارے جاتے ہیں تو ان میں چند وہ لوگ بھی شامل ہوتے ہیں جن کو مسنگ پرسنز بتایا جاتا ہے۔ البتہ بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی غلط فہمی کی بنیاد پر اُٹھا لیے گئے، پتہ نہیں کس نے اُٹھایا، چاہے کسی دوسرے ادارے نے اُٹھا کر ذمہ داری ریاستی اداروں پر ڈال دی۔ بہر حال شہریوں کی حفاظت کی ذمہ داری ریاست کی ہے اور ریاست اس کے لیے جوابدہ بھی ہے۔ لہٰذا ریاست کو مسنگ پرسنز کا مسئلہ حل کرنا چاہیے۔

سوال: خیبر پختونخوا اور بلوچستان میں جو بدامنی کی صورتحال پیدا ہو چکی ہے اس کو کیسے ٹھیک کیا جا سکتا ہے، کیا کیا اقدامات ضروری ہیں؟

فرید احمد پراچہ: سیاسی معاملات سیاسی سطح پر حل ہوں گے جبکہ دہشت گردی کو ریاستی طاقت کے ذریعے ختم کیا جا سکتا ہے۔ دہشت گردوں کے حوالے سے قرآن میں ایک اصول بیان ہوا ہے:

''بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور زمین میں فساد برپا کرنے کی کوشش کرتے ہیں ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں خوب قتل کیا جائے یا انہیں سولی دے دی جائے یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا جلاوطن کر دیا جائے۔ یہ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔'' (المائدہ:33)

اس اصول کے تحت دہشت گردوں کے خلاف

ایکشن لیا جانا چاہیے اور اس ایکشن میں تسلسل ہونا چاہیے۔ ادھورا ایکشن دشمن کو زیادہ مضبوط کرتا ہے۔ ہمیں ترکی کی مثال کو سامنے رکھنا چاہیے جہاں ایک مستقل پالیسی کے تحت بغاوتوں پر قابو پایا گیا اور اس پورے عمل میں ترکی کے عوام بھی حکومت کے ساتھ تھے۔ البتہ یہاں حکومت کو عوام کی تائید حاصل نہیں ہے کیونکہ یہاں عوام کو آئیسولیشن کی سی صورتحال کا سامنا ہے۔ پھر یہ کہ ترکی نے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال بڑی مہارت کے ساتھ کیا ہے۔ پھر ترکی میں کرد باغیوں کے ہتھیار ڈالنے میں کرد سیاستدانوں نے بھی بڑا کردار ادا کیا ہے۔ یہاں بھی سیاستدان اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ اسی طرح وہاں کی انٹیلی جنس نے سیاسی قیادت کے ساتھ مل کر کام کیا ہے۔ یہاں کامیابی کے حصول کے لیے انٹیلی جنس اور سیاسی قیادت میں ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ پھر یہ کہ ان لوگوں کے خلاف بھی آپریشن کیا جائے جو امریکہ یا دیگر بیرونی قوتوں کے ساتھ مل کر چائنہ کے خلاف استعمال ہورہے ہیں یا امن مشن کو سبوتاژ کرنا چاہتے ہیں چاہے ان کا تعلق کسی بھی ادارے سے ہو۔ خاص طور پر مقامی آبادی کی تذلیل نہ کی جائے کیونکہ جب تک مقامی آبادی کی تائید آپ کو حاصل نہ ہو آپ کامیاب نہیں ہوسکتے۔ اب جو چیک پوسٹوں پر باپردہ عورتوں سے کہا جاتا ہے کہ برقعہ اُٹھاؤ، یہ انتہائی غلط عمل ہے۔ اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو لیڈیز پولیس رکھیں۔ اس طرح آبادی کی اگر آپ تذلیل کریں گے تو پھر امن قائم نہیں ہوسکے گا۔ اسی طرح ڈیتھ سکواڈ اور ماورائے عدالت قتل کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: آپ کو یاد ہوگا کہ EU ڈس انفولیبز نے انڈین کرونیکلز کو بے نقاب کیا تھا۔ ایران ہو، افغانستان ہو یا انڈیا ہو ہمیں ان کی سازشوں کو ایسے ہی کھل کر لوگوں کے سامنے لانا چاہیے۔ (2) سفارتی محاذ پر ہماری جنگ دفاعی پوزیشن پر ہے جبکہ ہمیں سفارتی محاذ پر جارحانہ رویہ اپنانا چاہیے اور جو ملک بھی مداخلت کر رہا ہے اس کو ثبوتوں کے ساتھ پوری دنیا میں بے نقاب کرنا چاہیے۔ (3)۔ سیکرٹ ایجنسیز کے ذریعے دہشت گردوں کی فنڈنگ کو روکا جائے اور ان کے کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم کو توڑا جائے۔ (4)۔ بلوچ نوجوانوں کو قومی دھارے میں شامل کیا جائے، انہیں تعلیم و ترقی کے مواقع فراہم کیے جائیں۔ ان کی تالیف قلوب کے لیے اقدامات کیے جائیں۔ اس حوالے سے سپیشل فنڈنگ کا سلسلہ بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔ (5)۔ وہاں کے قبائلی جرگہ کو اعتماد میں لیا جائے کیونکہ وہاں کے لوگ جرگہ کی بات مانتے ہیں۔ (6)۔ بھارت کسی دوسرے محاذ پر انگیج کیا جائے، جب وہ لداخ میں انگیج کیا تھا تو آپ محفوظ تھے۔ جیسے ہی بھارت کو فرصت ملتی ہے وہ پاکستان میں مداخلت کرنے لگ جاتا ہے۔ (7)۔ قومی بیانیہ کو استحکام دینے کے لیے میڈیا کو لگام ڈالی جائے۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس میں میڈیا کو ریاست اور ریاستی اداروں پر بے باک تنقید کی کھلی اجازت دی ہوئی ہے۔ (8)۔ فارن انویسٹرز کو قومی مفاد سے بالاتر ہو کر کسی قسم کی رعایت نہ دی جائے۔ (9)۔ دہشت گردوں کا میڈیا ٹرائل کیا جائے۔ جیسا کہ ترکی نے کیا۔ دہشت گردوں کو پکڑ کر ان کے سارے کرتوت سوشل میڈیا کے ذریعے بے نقاب کیے گئے کہ وہ کیا کیا کرتے ہیں۔ (10)۔ اے آئی اور سکیورٹی فورسز کی مدد سے آپ غیر قانونی مداخلت کو 90 فیصد تک روک سکتے ہیں کیونکہ آج سیٹلائٹ سسٹم اور گوگل کے ذریعے آپ کو قدم قدم پر پتہ چل جاتا ہے کہ کون کہاں ہے؟ اسی طرح بائیومیٹرکس، سکینرز، ڈیٹا کلیکشن، یہ ساری چیزیں آپ کی مدد کریں گی۔ (11)۔ جب تک آپ مقامی آبادی کا اعتماد حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوں گے آپ گوریلا وار کو ختم نہیں کرسکتے۔ (12)۔ ملٹری سویلین کارپوریشن جب تک نہیں ہوگا اس وقت تک امیج بلڈنگ ممکن نہیں۔ (13)۔ آپریشن صرف قومی مفاد میں ہونا چاہیے۔ آپریشن کی آڑ میں ذاتی، سیاسی یا مسلکی بھڑاس نہ نکالی جائے۔ (14)۔ ریاستی ادارے بالکل غیر جانبدار ہو کر کام کریں۔ اگر ان کے اپنے اہلکار پر جرم ثابت ہوتا ہے تو اسے بھی لٹکایا جائے تاکہ عوام کا اعتماد حاصل ہو۔

> **چیک پوسٹوں پر باپردہ عورتوں سے کہا جاتا ہے کہ برقعہ اُٹھاؤ۔ مقامی آبادی کی اس طرح تذلیل کرنے سے امن قائم نہیں ہوگا۔ اگر آپ کو ایسا کرنا ہی ہے تو لیڈیز پولیس رکھیں۔**

سوال: عوام کے دل جیتنے کے لیے ہمارے مقتدر طبقات کو کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

فرید احمد پراچہ: 1965ء کی جنگ میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ پاکستانی قوم فوج کے لیے جان نچھاور کرنے والی قوم ہے لیکن جب سے فوج سیاست میں ملوث ہوئی ہے تب سے عوام کی محبت کھو چکی ہے۔ لہٰذا فوج کو اپنے عسکری کردار پر توجہ دینی چاہیے اور سیاسی کردار کو کم کرنا چاہیے تاکہ عوام کا اعتماد دوبارہ حاصل ہوسکے۔ یہ فیصلہ فوج نے خود کرنا ہے۔ اعلانیہ کہہ دیا جائے کہ 2018ء اور 2024ء کے انتخابات میں جو بھی ہوا ہے غلط ہوا ہے۔ یہ کہنے کے لیے حوصلہ چاہیے لیکن یہ کہنے سے قوم کو بھی حوصلہ ملے گا۔ اس کے بعد بہت سی چیزیں ٹھیک ہوجائیں گی۔ فوج آج بھی قربانیاں پیش کر رہی ہے، فوجی جوان آج بھی اپنا لہو وطن پر قربان کر رہے ہیں مگر اس لہو کو عوام کی طرف سے خراج تحسین نہیں مل رہا۔ اس میں سپاہی کا کیا قصور ہے جس نے اپنے وطن کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے اپنی جان دی۔ اس بات پر خود فوج کو غور کرنا ہے کہ عوام کیسے اس کے ساتھ کھڑی ہوگی۔

ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: کسی بھی معاملے میں معذرت یا معافی کے چار مراحل ہوتے ہیں۔ (1) اپنی غلطی مان لینا، (2) اپنے کیے پر پچھتانا، (3) یہ وعدہ کرنا کہ آئندہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا اور (4) جن کے ساتھ ظلم ہوا ہے ان سے رائے لی جائے کہ اس ظلم کا ازالہ کیسے ہوگا۔ جب ہم قومی سطح پر، اداروں کی سطح پر ان چار مراحل سے گزریں گے تو ان شاء اللہ ہم دوبارہ متحد قوم بن جائیں گے۔

❁❁❁

> قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

پروگرام کے شرکاء کا تعارف

1۔ ڈاکٹر فرید احمد پراچہ: معاون خصوصی سیاسی امور برائے جماعت اسلامی پاکستان

2۔ ڈاکٹر محمد عارف صدیقی: معروف دانشور، محقق اور موٹیویشنل سپیکر

میزبان: آصف حمید: مرکزی ناظم شعبہ سمع و بصر اور سوشل میڈیا تنظیم اسلامی پاکستان۔

رمضان، قرآن اور پاکستان

شجاع الدین شیخ

پاکستان کے مسائل کا حل:
لیلۃ القدر میں قائم ہونے والی
مملکتِ خداداد میں
نظامِ خلافت کے قیام
کی طرف عملی پیش قدمی سے ہی ممکن ہے!!!

مسلمانانِ پاکستان! 1940ء میں قراردادِ لاہور منظور ہونے کے بعد صرف سات سال کے قلیل عرصہ میں پاکستان کا قائم ہوجانا یقیناً ایک معجزہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس معجزہ کی پشت پر ”پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ“ کا نعرہ تھا جس نے انگریز کی حاکمیت اور ہندو کی اکثریت کو شکستِ فاش سے دوچار کر دیا تھا۔ تشکیلِ پاکستان کے تاریخی واقعات کو مرحلہ وار دیکھیں تو اُس سال ستائیس رمضان المبارک کی نصف شب کے قریب قیامِ پاکستان کا اعلان خالصتاً ”کُن فیکون“ کا مظہر محسوس ہوتا ہے۔

کوئی ذی ہوش اس حقیقت کا انکار نہیں کر سکتا کہ شب قدر کی مبارک ساعت میں پاکستان کے قیام کا اعلان صرف اور صرف مشیتِ ایزدی تھی۔ اس لحاظ سے پاکستان کو بجا طور پر مملکتِ خداداد کہا جاتا ہے۔

عزیزانِ وطن! ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم: ”وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں دنیا میں حکومت دے دیں تو نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیک کام کا حکم کریں اور بُرے کاموں سے روکیں“ (سورۃ الحج: 41) کے مطابق مملکتِ خداداد پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کا فی الفور نفاذ کیا جاتا لیکن بدقسمتی سے عوام اور حکمران دونوں قیامِ پاکستان کے بعد اپنے اصل ہدف سے دور ہوتے چلے گئے اور عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر عملی زندگی میں اسلام کے عملی نفاذ کی طرف پیش رفت نہ ہوئی۔

افسوس صد افسوس کہ ہم دُنیوی نظاموں اور طرزِ حیات کی طرف کھنچتے چلے گئے اور ہماری منزل اسلام نہ رہی۔ جس سے دنیا میں بھی ذلیل و رسوا ہوئے اور اللہ رب العزت کی ناراضگی بھی مول لے لی۔ مسلمانانِ پاکستان نے اللہ تعالیٰ کی اس واضح ہدایت: ”اور سب مل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑو اور پھوٹ نہ ڈالو“ (آل عمران: 103) پر عمل درآمد نہ کیا۔ عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے احکاماتِ قرآنی کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم پر آگے بڑھا جاتا اور اس کے روکنے پر رکا جاتا۔ ہم مصنوعی روشنیوں کے ذریعے عزت و وقار کا راستہ ٹٹولنے کی کوشش کرتے رہے ہیں اور فطری روشنی کے مینار قرآن مجید پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف ڈالتے رہے ہیں اور غیر شعوری طور پر کوشاں رہے کہ حق کو دبیز ریشمی پردوں میں چھپا دیا جائے۔

مسلمانانِ پاکستان! اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانا تو دور کی بات ہے، ہم بنیادی انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں، ہماری کوئی کل سیدھی نہیں۔ ظلم، ناانصافی، کرپشن، خیانت، جھوٹ، بددیانتی اور منافقت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ یعنی لوڈ شیڈنگ سے اگر قوم ظاہری و باہری طور پر اندھیروں میں ڈوبی ہوئی ہے تو ان باطنی بیماریوں سے مسلمانانِ پاکستان کا باطن سیاہ ہو چکا ہے۔ اُن کے ضمیر پر مُردنی چھائی ہوئی ہے اور ارواح مضمحل ہو چکی ہیں، جو اجتماعی بے حسی کا سبب بنی ہیں۔

مقتدر طبقات کی لوٹ مار اور دولت اور وسائل کی اس غیر منصفانہ تقسیم نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ ایک طرف وہ لوگ ہیں جو نزلہ و زکام کے علاج کے لیے یورپ میں ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لیے ایئر کنڈیشنڈ کمرے تعمیر کرواتے ہیں، دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو بنیادی انسانی ضروریات سے محرومی کے باعث بھوک اور بیماری کے ہاتھوں موت کو گلے لگا لیتے ہیں۔

عزیزانِ وطن! ہماری پون صدی کی تاریخ باہمی سر پھٹول کی افسوس ناک داستان ہے۔ سیاسی سطح پر ہم ایک دوسرے سے دست و گریبان ہی رہے اور یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اخلاقیات کا جنازہ نکال دیا گیا۔ کئی سیاسی لیڈروں سمیت چند مذہبی سیاسی رہنماؤں کی گفتگو اسلام کے اعلیٰ و ارفع معیار تو درکنار کسی طور پر ایک انسانی معاشرے کے معیارات پر بھی پورا نہیں اترتی۔ اقتدار کی رسہ کشی سیاست دانوں کو ذاتی دشمنی اور عناد میں مبتلا کر چکی ہے جس کا خمیازہ عوام بھگت رہی ہے۔ انانیت کی روش نے ملکی سالمیت کو شدید خطرات سے دوچار کر دیا ہے۔ پھر یہ کہ مذہبی سطح پر ہم بدترین فرقہ واریت اور تقسیم در تقسیم کا شکار ہو گئے جس کا قوم نے بدترین منافرت اور بدامنی کی صورت میں خمیازہ بھگتا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ہم سیاسی اور معاشی سطح پر تو مکمل طور پر مغلوب ہو گئے۔ البتہ آغاز میں ہم نے معاشرتی سطح پر کچھ مزاحمت کرنے کی کوشش کی لیکن اب اس حوالے سے بھی اغیار کے حملوں سے ہم مسلسل پسپا ہو رہے ہیں لیکن اغیار کے خوفناک حملوں کا سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا اور وطنِ عزیز کی قوتِ مدافعت مزید کمزور پڑتی جا رہی ہے جس سے ملک کے استحکام، بقاء اور سلامتی کو شدید خطرہ لاحق ہے۔

مسلمانانِ پاکستان! نام نہاد جمہوریت کے فریب نے ہمیں اجتماعی طور پر منتشر کیا اور قوم کے ساتھ کھلواڑ بھی۔ ہر الیکشن میں ایک دو درجن سیاسی کارکن اپنی جانیں ہار جاتے ہیں لیکن انہیں خبر بھی نہیں ہوتی کہ جنہیں وہ اپنی آزادی اور حقوق کے علمبردار اور قوم کے نمائندے سمجھ رہے ہیں وہ درحقیقت عالمی سامراج کے کٹھ پتلی ثابت ہوں گے۔ بے چارے عوام جنہیں الیکشن سے قبل ”عوام کی حکومت، عوام کے لیے“ کا سلوگن پڑھایا جاتا ہے، اب یہ تک پوچھنے کا اختیار بھی نہیں رکھتے کہ کیا یہ مینڈیٹ اس لیے دیا گیا تھا۔

- کہ سودی معیشت کو جاری اور عالمی ساہوکاروں سے قرضے لے لے کر ملک کو عالمی سامراج کا غلام بنا دیا جائے؟
- مہنگائی اور ٹیکسوں کے پہاڑ تلے عوام کو روند دیا جائے؟
- آزادیٔ نسواں کے نام پر خاندانی نظام کو تلپٹ کر دیا جائے یا ماؤں، بہنوں، بیٹیوں کو چوک چوراہوں میں کھڑا کر دیا جائے؟
- ٹرانس جینڈر قانون بنا کر معاشرتی اقدار کو مغربیت کے پاؤں تلے روند دیا جائے؟

ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر یہ فیصلے کس کے اشارے پر ہو رہے ہیں؟ ہر حکومت جانتی ہے کہ ایسے اقدامات محض قومی اقدار و نظریات کے خلاف ہی نہیں بلکہ ملکی اساس کے بھی متضاد ہیں۔ ایک طرف ملک میں اسلام کے احکامات کی خلاف ورزی اور ان کے خلاف قانون سازی، مذہبی شعائر و رسومات پر پابندیاں اور دوسری

طرف ویلنٹائن ڈے، عورت مارچ، ہولی، دیوالی، کرسمس اور دیگر غیر اسلامی تہوار وتہذیب کی حوصلہ افزائی کیا معنی رکھتا ہے؟

عزیزانِ وطن! حقیقت یہ ہے کہ مغربی جمہوریت کی بنیاد اس دجالی فلسفہ پر ہے کہ منظرِ عام پر نظام کچھ اور نظر آئے لیکن درپردہ کچھ اور ہو۔ حکمران چاہے وہ جمہوری ہوں یا آمر ان کا ہر جائز و ناجائز حکم ماننے پر مجبور ہیں۔ یہ قوتیں اپنے دجالی ایجنڈے کو پوری دنیا پر مسلط کرنے لیے آزاد ہیں۔ ان کے راستے میں اگر کوئی رکاوٹ ہے تو صرف نظامِ خلافت ہے۔ لہٰذا عالمی سامراج اپنی پروردہ انٹیلی جنس ایجنسیوں کے ذریعے مختلف مقامات پر دہشت گردی کے واقعات کروا کر نہ صرف اسلام اور نظامِ خلافت کو بدنام کر رہا ہے بلکہ حکمرانوں کو مجبور کر کے ایسی قانون سازیاں بھی کروا رہا ہے کہ نظامِ خلافت کی آواز سر نہ اُٹھا سکے۔ لہٰذا یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ مسلمان جب تک نظامِ خلافت کے لیے متحرک اور متحد نہیں ہوجاتے، وہ عالمی سامراجی قوتوں کے چنگل سے قطعی طور پر آزاد نہیں ہوسکتے۔ عالمی سامراجی قوتیں کہیں فوجی ڈکٹیٹروں کے ذریعے اور کہیں نام نہاد جمہوری حکمرانوں کے ذریعے عالمِ اسلام پر مسلط رہیں گی اور ان کے ذریعے اسلام مخالف قانون سازیاں ہوتی رہیں گی۔ دولت کی غیر منصفانہ تقسیم سے ایک طبقہ بھوک، افلاس اور غربت کی وجہ سے سسک سسک کر مرتا رہے گا اور دوسری طرف طبقہ اشرافیہ کی تجوریاں بھرتی رہیں گی۔ لہٰذا مسلمانوں کی نجات نہ جمہوریت میں ہے، نہ فوجی مارشل لاء میں اور نہ ہی بادشاہت میں، بلکہ حقیقی آزادی اور نجات کا راستہ صرف اور صرف اسلام کے عادلانہ نظام بالفاظ دیگر نظامِ خلافت کے قیام میں ہے۔

عزیزانِ وطن! یہ بات بھی انتہائی قابلِ توجہ ہے کہ ہمارے کرتوتوں اور قومی جرائم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے مظاہر دن بدن سامنے آ رہے ہیں، کبھی سیلاب، کبھی طوفانی بارشیں، کبھی سیاسی انتشار کی وجہ سے ملکی سالمیت کو لاحق خطرات تو کبھی معیشت کی تنگی اور کبھی زلزلوں کے جھٹکے! وجہ یہی کہ ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیے گئے عہد کی خلاف ورزی کی اور کلمہ کے نام پر حاصل کی گئی مملکتِ خداداد میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ دین اسلام کو نافذ کرنے سے گریز اور فرار کی راہ اختیار کی۔

لیکن اے مسلمانانِ پاکستان! اب بھی پانی سر سے نہیں گزرا۔ اب بھی ہوش کے ناخن لیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دی جائے اور ملک میں اسلام کے عادلانہ نظام کو قائم و نافذ کیا جائے۔ یاد رہے کہ نفاذِ دین کا مطلب محض چور کے ہاتھ کاٹنا، زانی کا سنگسار کرنا، قاتلوں سے قصاص لینا وغیرہ ہی نہیں بلکہ اسلام کے عادلانہ نظام کا مکمل نفاذ ہے جس میں تمام مسلمان حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی باعزت شہری کی حیثیت سے کر سکیں اور اقلیتوں کے جان و مال اور عزت کو تحفظ حاصل ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ اقامتِ دین کی جدوجہد کا اصل حاصل پاکیزہ، فلاحی اور عادلانہ نظام کا قیام ہے جس کے لئے منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ سے رہنمائی لیتے ہوئے ایک پرامن، منظم، انقلابی تحریک برپا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

آئیے! ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی مبارک ساعتوں، شبِ قدر بالخصوص ستائیس رمضان المبارک کو اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرنے کا عہد کریں اور پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لیے تن من دھن لگا دیں۔ یہی ایک صورت ہے کہ وہ پاکستان جو پون صدی پہلے شبِ قدر میں معرضِ وجود میں آیا تھا اُسے بازیافت کیا جا سکے جس سے نہ صرف مملکتِ خداداد پاکستان کی بقا اور سلامتی یقینی ہو جائے گی بلکہ اُسے استحکام بھی نصیب ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین!

❀❀❀

دعائے مغفرت — انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ ملاکنڈ کے ڈرائیور محترم عبد اللہ کے چچا وفات پاگئے۔

☆ پنجاب شمالی، اٹک کے رفیق محترم محمد سعید کے سسر وفات پاگئے۔

برائے تعزیت: 0301-5078064

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمَا وَارْحَمْھُمَا وَاَدْخِلْھُمَا فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمَا حِسَابًا یَّسِیْرًا

رفقاء متوجہ ہوں — ان شاء اللہ

''جامع مسجد شہریار برلب نہر کنارہ 165 والا پل صادق آباد ضلع رحیم یار خان (حلقہ سکھر)'' میں

13 تا 19 اپریل 2025ء (بروز اتوار بعد نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نمازِ ظہر)

مبتدی تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

11 تا 13 اپریل 2025ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔ ☆ **منہج انقلاب نبوی ﷺ (صفحات: 1 تا 90)**

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0332-7294618 / 0302-8638199

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

دولتِ حرمتِ انسان ہوئی ہے نایاب

عامرہ احسان
amira.pk@gmall.com

ایک دور تھا جب امریکہ پاکستانیوں کے خوابوں کی دنیا تھی۔ امریکی شہریت ایک اعزاز جانا جاتا تھا۔ امریکہ سے وفاداری کا یہ حلف الفاظ اور روح میں سورۃ التوبۃ: آیت 111 سے متصادم ہے۔ مگر اب یہ نیا امریکہ ہے۔ جہاں سفید فام ہی صرف امریکی ہوگا! کبھی سبز کی جگہ نیلے پاسپورٹ کا حامل ہونا، سر بلند کر دیا کرتا تھا! پاکستان لوٹتا تو (الا ماشاء اللہ) اپنے آزاد، خود مختار ملک کی تحقیر میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھتا۔ مگر پھر موسم بدلتا چلا گیا۔ بیس سال ہم نے امریکہ کی چاکری میں گزارے، مگر لِگر تے انگور چڑھایا ہر گچھا زخمایا کے مصداق لہولہان، ویران ہو رہے! آج وہی امریکہ جو عدل و انصاف، آزادیٔ اظہار، مساوات، حقوقِ انسانی کا دیوتا گردانا جاتا تھا۔ یہ صرف پتھرائے ہوئے جھوٹے دعوے اور نعرے ثابت ہوئے۔ پہلے دہشت گردی کے نام پر اٹھائی جنگ جس میں صرف دو بڑی اور ایک چھوٹی بلڈنگیں اور 3 ہزار افراد، امریکی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی پر ضرب لگی، تو جواباً بلا تحقیق، افغانستان، عراق، شام، یمن، مشرق وسطیٰ کے ممالک درہم برہم کر دیئے۔ اینٹ سے اینٹ بجادی۔ وہ دن اور آج کا دن۔ غزہ کے سبھی مناظر امریکی عظمت کے سارے دعووں کا ایکسرے ہیں! تاریخ عالم کے سبھی نمارود، فراعنہ، ہلاکو، چنگیز، ہٹلر کا خمیر ملا کر گوندھو تو نیا متعفن کردار ٹرمپ، مسک، نیتن یاہو، صہیونی کردار وجود میں آتے ہیں اور اس سب کے تماش بین گونگے شیاطین جنھوں نے ڈیڑھ سال مظلوم، مقبوضہ قوم کے ننھے بچے بچیاں، حاملہ عورتیں، تہس نہس ہوتے دیکھے، وہ سب بھی کچھ کم تو نہیں!

تاریخ کا نیا سفر! امریکہ کی دریافت، اس پر قبضہ، مقامی آبادی زندہ درگور کرنے سے شروع ہوا ہے۔ یہ تاریخ افریقہ سے سیاہ فام غلام لا کر ظلم و جبر کی داستانوں سے گزار کر 28 اگست 1963ء تک پہنچی۔ مارٹن لوتھر کنگ جونیئر (سیاہ فام) کی تقریر جو واشنگٹن میں آزادی اور ملازمتوں میں برابری کے لیے شعلہ بیانی تھی: 'میرا ایک خواب ہے'...... کا عنوان تھا۔ امریکہ سے نسل پرستی کے خاتمے کی پکار! سیاہ فام اوباما اور کونڈو لیزا رائس، صدارتوں وزارتوں تک پہنچے۔ مگر پھر اچانک ٹرمپ اور ای لون مسک نئے امریکی انقلاب کے ہرکارے آ گئے! یوں تو ٹرمپ کے حواریوں نے 6 جنوری 2021ء میں، (جو 'فار رائٹ دہشت گردی' کہلائی)۔ الیکشن ہارنے پر کیپٹل بلڈنگ واشنگٹن پر 2500 ٹرمپ کے حامیوں نے چڑھائی کر کے سفید فام برتری کا پورا پیغام دے ڈالا۔ امریکہ نے کھلی آنکھوں سے سفید فام برتری اور صہیونیت کی بقا، قتل و غارت گری کے حق میں ووٹ ڈال کر ٹرمپ لا بٹھایا۔ جمہوریت کا یہ ڈراپ سین تھا! جنوبی افریقہ کے سفیر ابراہیم رسول نے ایک ویبی نار میں کڑوا سچ کہہ دیا کہ ٹرمپ اقدامات (تارکین وطن نکالنے) میں تیزی کی وجہ، امریکہ میں سفید فام آبادی کم ہوتے جانے کی بنا پر ہے۔ ٹرمپ انتظامیہ تپ اٹھی اور غیر معمولی اقدام میں سفیر کو ٹرمپ اور امریکہ سے نفرت رکھنے والا قرار دے کر نکال دیا کہ یہ ہمارے عظیم ملک میں نہیں رہ سکتا! 'عظیم ملک' کی تنگ نظری قدم قدم آشکارا ہے!

اب دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کا عنوان 'سفید فام برتری' ہی ہے۔ روس، یوکرین جنگ ختم کرنے کی کوشش اسی لیے ہے کہ دونوں طرف سفید فام مر رہے ہیں۔ اسرائیل کے ہاتھوں فلسطینیوں کا نسلی صفایا بھی اسی ضمن میں ہے۔ تارکین وطن کا نکالا جانا بھی اسی لیے ہے کہ یہ کالے، پیلے، گندمی، امریکی سفید فام آبادی کو گدلا کر رہے ہیں۔

دوسرا ہدف مسلمان ہیں۔ فلسطین میں قتل عام کی شدت و وحشت آمدِ دجال، قدس کی جگہ ہیکل سلیمانی کی راہ ہموار کرنے کو ہے۔ پورا شام (اصلاً لبنان، شام، اردن، فلسطین پر مشتمل) اسرائیلی، امریکی ہدف ہے۔ بش جونیئر نے 2001ء میں بطور رند بادہ خوار سچی بات اُگل دی تھی کہ یہ صلیبی جنگ ہے۔ وہ آج بھی جاری ہے۔ علامتیں پوری ہیں۔ امریکی طلبہ اس سے لاعلم رکھے گئے تھے۔ سو اب فلسطینی نژاد امریکن (الجیرین) محمود خلیل کے تمام تر قانونی کاغذات مکمل ہونے پر بھی امریکی قانونی روایات کے خلاف جس طرح وہ اٹھایا، لاپتہ کیا گیا، طلبہ اس پر سیخ پا ہیں۔ یہ فلسطینی، کولمبیا یونیورسٹی کا گریجویٹ ملک بھر کی یونیورسٹیوں میں فلسطینی قتلِ عام پر کیمپ لگانے اور مظاہروں کے اہتمام میں قیادت کا مقام رکھتا تھا۔ باوجود یکہ وہ امریکی گرین کارڈ رکھتا (مستقل رہائش) اور امریکی شہری بیوی کا شوہر تھا مگر اُسے مجرم تارک وطن کی طرح ہتھکڑی لگا کر، وکیل سے رابطے کی سہولت کی نفی کر کے ہزاروں میل دور لوزیانا جیل میں لے جا پھینکا۔ اور اب ملک بدر کرنے کے واضح امکانات ہیں جسے فی الوقت ایک جج نے بمشکل روکا ہے۔ باوجود یکہ سیاسی گفتگو قانوناً، امریکہ میں آئینی طور پر روا ہے مگر اب غیر سفید فام کو اپنی زبان بند رکھنی پڑے گی۔ اس پر یونیورسٹیوں اور دانش وفہم رکھنے والے طبقے میں شدید ردِعمل، ریلیاں، احتجاج جاری ہے۔ سو پاکستانی ہوش کے ناخن لیں گرین کارڈ کی جگہ سبز پاسپورٹ کو غنیمت جانیں! یہ آپ کا اپنا ہے! بلوچ اس کے پرزے نہ اُڑائیں۔ بھارت آپ کو استعمال کر کے بے گھر، بے وقعت کر کے چھوڑ دے گا!

اس وقت بھی کمال ہے کہ مغربی دنیا ہی فلسطین پر ٹرمپ اور اسرائیلی پالیسیوں کے خلاف شدید ردِعمل دے رہی ہے۔ ایک برطانوی ہے جو فلسطین پر متوجہ کرنے کو 17 گھنٹے برہنہ پا اونچے ٹاور (بگ بین) پر شدید سردی میں جان جوکھوں میں ڈالے کھڑا رہا ہے۔ اللہ انھیں ایمان سے نوازے۔ (آمین) دوسری طرف غزہ میں رمضان خوراک، پانی، ضروریات زندگی کی شدید ترین کمی میں قطار اندر قطار برتن رکھے منتظر ہے۔ سرحد کے اس پار عرب دنیا عیش وطرب میں ڈوبی ہے۔ خوراک کا کتنا حصہ ضائع ہو کر کوڑا دانوں کا لقمہ بنتا ہے۔ جب عام مسلمان اپنی بے بسی اور غزہ کا صبر دیکھ کر چلاتے ہیں تو دنیا کے فورمز پر بیٹھ کر زبانی جمع خرچ کرتے عرب ممالک قرار دادوں، وعدوں سے تھپک دیتے ہیں۔ منہ میں لقمہ ڈالنا مسلمان کے لیے 'ٹیرر فنانسنگ' کہلاتی ہے۔ عرب لیڈر اپنی زکوٰۃ ہی سے بھوک کے ماروں کا کوئی اہتمام کر دیں امریکہ اسرائیل

دوستی اور کھربوں ڈالر کی وہاں سرمایہ کاری کے عوض!

ٹرمپ اور اسرائیل اہل غزہ کو بے دخل کرنے کے ارادے سے باز نہیں آ رہے۔ مگر یہ فلسطینیوں کی بلند پایہ عزیمت اور دنیا بھر کے دیگر ممالک کی دردمندی کہہ لیجیے یا مظلومیت میں حصہ دار بننے کا خوف جس سے ہر مرتبہ ان فرعونوں کو منہ کی کھانی پڑتی ہے۔ صومالیہ، صومالی لینڈ اور سوڈان کو بھی فلسطینی بسانے کو بہت سے لالچ دے کر تیار کرنے کی کوشش کی گئی مگر سفارتی سطح ہی پر کورے جواب مل گئے۔ رائٹر، اے پی کے مطابق اخفاء کے وعدوں پر جو حقائق کھلے تو صومالیہ نے ایسے کسی بھی منصوبے کو سختی سے رد کر دیا جو فلسطینی عوام سے اپنی آبائی سرزمین پر امن سے رہنے کا حق سلب کرے۔ (وزیر خارجہ، احمد معلم)۔ سوڈان نے بھی رائٹر کے مطابق، ایسے کسی بھی پلان کو ناقابل قبول بتایا۔ صومالی لینڈ نے بھرپور لالچ بھری معاشی، سفارتی پیش کش کو مکمل رد کر دیا۔ اسے مشرق وسطیٰ میں بھی سرخ لکیر قرار دیا گیا۔ اس تجویز کے غبارے سے باقی ہوا حماس نے نکال دی ٹرمپ کا شکریہ ادا کر کے پیشگی، غزہ پلان سے پیچھے ہٹ جانے کو خوش آئند قرار دیتے ہوئے۔

اسرائیل ادھر شام کے سر پر سوار ہے، گریٹر اسرائیل اور دمشق کا (احادیث کے آئینے میں) آئندہ مرکزی مقام ہونے کی بنا پر۔ شام کو وہ غیر مسلح، فلسطین کی طرح بے یار و مددگار یکا و تنہا دیکھنا چاہتا ہے۔ اقلیتوں کے ساتھ مل کر شام کا گھیراؤ مقصود ہے۔ اگرچہ شام میں آئین طے پا جانا، اقلیتی بغاوت کی کوشش کچل دینا اور کردوں سے مصالحت مثبت اقدامات ہیں۔ بشار قوت کا خاتمہ فی نفسہٖ ایک بڑی کامیابی ہے۔

اللہ کی طرف سے تھپیڑے مزید ہیں۔ پوری وسطی امریکی ریاستیں خوفناک بگولوں، گردباد شدید طوفانوں کی زد میں ہیں۔ 42 ہلاکتیں۔ درجنوں زخمی۔ 50 گاڑیاں (کچھ دکھائی نہ دینے سے) ٹکرا کر 8 لوگ کینساس میں ہلاک ہوگئے۔ درخت ٹوٹ گرے۔ بجلی کی تاریں گرگئیں۔ عمارت تباہ۔ 'ہمارے کان خوفناک تیز آواز سے پھٹ رہے ہیں ہم نے ایسا طوفان نہیں دیکھا۔' (لوگوں کا کہنا) ڈھائی لاکھ گھروں میں بجلی غائب۔ ہنگامی حالت کا نفاذ، ٹیکساس، اوکلاہوما، کینساس میں مزید طوفان تلے کھڑے ہیں۔ ٹرمپ منہ تک رہا ہے! ایک کے بعد ایک عذاب۔ معیشت پہلے ہی اندر سے کھوکھلی ہو چکی ہے جنگ بازی میں۔ یہ غیر متوقع تباہیاں مزید ہلکان کریں گی۔ مظلوموں کا خون مہنگا تو پڑے گا ہی! غزہ کو ساحلی عشرت گاہ بناتے ٹرمپ کو امریکہ ہی میں غزہ نما تباہ کاریوں سے دوچار ہونا پڑا! غزہ میں اسرائیل جنگ بندی معاہدے سے منحرف، بمباریوں میں سینکڑوں شہید کر چکا ہے۔ امت بے بسی، بے وقعتی اور بے حسی کا شکار ہے۔ مظلوم فلسطینیوں کے لیے صرف اللہ ہی سے بدری مدد کی التجا ہے۔

دولتِ حرمتِ انسان ہوئی ہے نایاب
ظلم کی جنس ہے بازار میں سستی دیکھو

❁❁❁

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

معزز عدالت کی طرف سے اٹھایا جانے والا سوال خاص اور متعین ہے اور اس میں مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان سودی لین دین کی دیگر کئی صورتوں سے صرفِ نظر کر کے صرف یہ پوچھا گیا ہے کہ اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں پر بھی سود کی حرمت کا اطلاق ہوگا یا نہیں؟ البتہ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہاں اسلامی ریاست کے غیر مسلم شہریوں کے مابین باہم سودی لین دین کی بات کی جا رہی ہے کیونکہ اسلامی ریاست میں ان کا کسی مسلمان سے سودی لین دین نہ کر سکنا تو اس قدر واضح ہے کہ اسے ہم نے خارج از بحث ہی رکھا ہے۔ (جاری ہے)

بحوالہ: ''انسداد سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 1063 دن گزر چکے!

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(13 تا 18 مارچ 2025ء)

جمعرات 13 مارچ: مرکزی عاملہ کے اجلاس کی آن لائن صدارت کی۔

جمعۃ المبارک 14 مارچ: تقریر اور خطاب جمعہ، مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، یاسین آباد، کراچی میں ارشاد فرمایا اور جمعہ کی نماز پڑھائی۔

پیر 17 مارچ: بعد نمازِ عصر ایک مقامی تنظیم کے ذمہ دار کی والدہ کا جنازہ پڑھایا۔

منگل 18 مارچ: بعد نمازِ عصر ایک دیرینہ حبیب کے گھر پر ''غزوہ بدر، ماہ رمضان اور قرآن حکیم'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

دورہ ترجمہ قرآن: حلقہ کراچی، وسطی کے زیر اہتمام ماہ رمضان کی راتوں میں قرآن حکیم کے ترجمہ و مختصر تشریح کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ تراویح کے وقفہ کے دوران جماعت اسلامی کے بزرگ رہنما محمد حسین محنتی جو دورۂ ترجمہ قرآن سننے کے لیے تشریف لائے تھے، اُن سے ملاقات ہوئی۔

معمول کی سرگرمیاں: نائب امیر صاحب سے مستقل آن لائن رابطہ رہا اور دیگر تنظیمی امور انجام دیے۔ منتقفہ قرآنی نصاب کے حوالے سے ذمہ داریاں انجام دیں۔ معمول کی دیگر ریکارڈنگز کا اہتمام ہوا۔

عید الفطر، مسلمانوں کے لیے شکرانے کا دن

فرید اللہ مروت

عید کا لفظ ''عود'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''بار بار'' آنا۔ چنانچہ اس دن کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دن بار بار یعنی ہر برس آتا ہے۔ ''الفطر'' کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں۔ اس لحاظ سے عید الفطر اس عید کو کہتے ہیں جو فرزندانِ توحید رمضان المبارک کے روزے کا فرض ادا کرنے کی خوشی میں شوال کی پہلی تاریخ کو مناتے ہیں۔ گویا عید الفطر روزوں کی بخیر وخوبی تکمیل کی تقریب مسرت ہے۔ سیماب اکبر آبادی نے عید کے بارے میں کیا خوب کہا ہے۔

ہنستی ہوئی صبح روزِ عید آئی ہے
لے کے نئے جذبات سعید آئی ہے
یہ خوشخبری روزہ داروں کے لیے
روزے جو گئے ان کی رسید آئی ہے

انسانی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قوم کے ہاں سال میں کچھ ایسے دن ملتے ہیں جو اُن کے لیے مسرت وشادمانی کے دن ہوتے ہیں۔ ہر قوم اپنی عید کے لیے پہلے ہی سے تیاری کرتی ہے۔ اور پھر ان عید کے دنوں کو خاص اہتمام کے ساتھ مناتی ہے۔ یہودی دس محرم کو ''پشاخ'' مناتے ہیں۔ اس کے علاوہ ''شودس''، ''یوم کپور'' اور ''سکوت'' وغیرہ اُن کے خوشی کے دن ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں ''کرسمس'' (مبینہ میلادِ مسیح) اور ''ایسٹر'' جشن کے ایام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں بسنت، لوہڑی، اور ہولی دیوالی ایام خوشی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حدیث میں عید کے دنوں کو ایامِ اکل وشرب یعنی کھانے پینے کے دنوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ عید سے مراد وہ دن ہے جس میں مسرت وشادمانی حاصل ہو۔

قرآن مجید میں عید کا ذکر ان الفاظ میں ہے:

﴿رَبَّنَآ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا ۝﴾ (المائدہ:114)

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ ہمارے لیے وہ (دن) عید (خوشی) قرار پائے۔''

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہلِ مدینہ کو سال کے دو دنوں میں (لہو ولعب) خوشیاں مناتے دیکھا۔ پوچھا: یہ کیسے دن ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم ان دو دنوں میں کھیل تماشا کرتے تھے۔ ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان سے بہتر دو دن مقرر فرما دیے ہیں۔ ایک عید الاضحیٰ اور دوسرا عید الفطر (ان دنوں میں تم اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت بیان کر کے دلوں کو سکون دو اور آپس میں میل ملاقات اور ایک دوسرے کو تحفے تحائف دے کر خوشیاں حاصل کرو) (رواہ ابوداؤد)

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تہواروں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ غیر مسلم اپنی 'عید' منانے کے لیے ہر قسم کے دنیاوی سازوسامان، شراب وکباب، نغمہ وسرود، عیش وعشرت سے دل کو عارضی سکون پہنچاتے ہیں اور اُس دن اپنے آپ کو تمام اخلاقی اور مذہبی پابندیوں سے آزاد سمجھتے ہیں۔ جب کہ مسلمان اس کے برعکس ہر جشن اور خوشی اپنے مولا و مالک کی رضا اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مناتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے عید کا دن اللہ کے اس عظیم احسان پر کہ انہیں اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب ملی اور ملّتِ ابراہیمی کا پیروکار اور امام الانبیاءؑ کے اُمتی ہونے کا شرف ملا، شکرانے کا دن ہے۔ چنانچہ وہ نمازِ عید ادا کر کے اجتماعی طور پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کے دین کو سربلند رکھنے کا عہد کرتے ہیں۔

عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ایمان کے لیے عام بخشش کا اعلان ہوتا ہے۔ مسلمان ماہِ رمضان پورا مہینہ روزے رکھ کر، نماز تراویح ادا کر کے اور اللہ کے گھروں میں اعتکاف بیٹھ کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اپنے خالق و مالک کو خوش کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں، پورے تیس دن عبادت میں گزار کر یکم شوال کو اللہ کے سامنے اکٹھے ہوتے ہیں، عبادتوں کے قبولیت کی دعا کرتے ہیں، اپنی کوتاہیوں پر ندامت کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر کے اُن پر انعامات کی بارش فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رمضان میں ہر روز افطار کے وقت ایسے دس لاکھ گناہ گاروں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو (اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے) جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔ پھر جب رمضان کا آخری دن آتا ہے، اُس دن اللہ پورے رمضان میں جتنے لوگوں کو معافی مل چکی ہوتی ہے، اتنے ہی گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے۔ جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزۃ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو (مسلمانوں کے) تمام شہروں میں بھیج دیتے ہیں۔ وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے پکارتے ہیں جس کو جن اور انسان کے سوا ساری مخلوق سن سکتی ہے۔ محمد ﷺ کی اُمت کے لوگو! اپنے گھروں سے نکلو اور اس رب کے سامنے حاضر ہو جاؤ جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اور بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دینے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں اس بندۂ مزدور کا کیا حق بنتا ہے جو اپنا کام پورا کر لے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں، یا اللہ اس کا حق یہ بنتا ہے کہ اسے اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: فرشتو! گواہ رہنا میں نے ان بندوں کو رمضان کے روزوں اور تراویح کے بدلے میں اپنی رضا ومغفرت عطا کر دی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں سے) فرماتے ہیں، اے میرے بندو! مجھ سے مانگو۔ مجھے میری عزت وجلال کی قسم، آج کے اس اجتماع میں تم اپنی آخرت کے لیے جو کچھ مانگو گے، عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے، اس میں تمہاری مصلحت کو مدنظر رکھ کر پورا کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کو معاف کرتا رہوں گا۔ مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں کفار کے سامنے تمہیں رسوا نہیں کروں گا۔ اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔'' (رواہ البیہقی)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بیدار رہا عیدین کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کے لیے اُس کا دل نہ مرے گا، اُس دن جس دن سب دل مُردہ ہوں گے۔'' (رواہ ابن ماجہ)

عید الفطر تشکر اور خوشی کا دن ہے۔ اس لیے اس دن اچھا کھانا پکانے اور اچھا لباس پہننے اور غرباء ومساکین کی امداد کرنے کا حکم ہے۔ عید کے دن صاحب نصاب صدقۂ فطر بھی ادا کریں جو اُن پر واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقۂ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کی روزی کے لیے مقرر

کیا گیا ہے۔ (یاد رہے صدقہ فطر نمازِ عید سے پہلے ادا کر دیا جانا چاہیے) (رواہ ابوداؤد)

ایک مرتبہ عید کے دن آپؐ گھر سے مسجد کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ کچھ بچوں کو کھیلتے دیکھا جو نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ بچوں نے سلام کیا تو آپؐ نے جواب دیا۔ کچھ آگے تشریف لے گئے تو وہاں ایک بچے کو اُداس بیٹھے دیکھا۔ آپؐ اس کے قریب رُک گئے اور پوچھا تمہیں کیا ہوا کہ اُداس اور پریشان نظر آ رہے ہو؟ اُس نے روتے ہوئے کہا کہ اے اللہ کے محبوب، میں یتیم ہوں، میرا باپ نہیں ہے جو میرے لیے کپڑے لا دیتا، میری ماں نہیں ہے جو مجھے نہلا کر نئے کپڑے پہنا دیتی۔ اس لیے میں یہاں اکیلا اُداس بیٹھا ہوں۔ آپؐ اُسے لے کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور ام المومنین حضرت عائشہ ؓ سے فرمایا: اس بچے کو نہلا دو‘‘ اتنے میں آپؐ نے اپنی مبارک چادر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ کپڑے کا ایک ٹکڑا اُسے تہبند کی طرح باندھ دیا اور دوسرا اس کے بدن پر لپیٹ دیا گیا۔ پھر اس کے سر پر تیل لگا کر کنگھی کی گئی۔ جب وہ بچہ تیار ہو کر آپؐ کے ساتھ چلنے لگا تو آپؐ نے نیچے بیٹھ کر اسے اپنے کندھے پر بٹھا لیا۔ آپؐ نے بچے کو مسجد میں اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: ’’جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت و شفقت سے اُس کی سر پر ہاتھ پھیرے گا، اُس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، اللہ تعالیٰ اُس کے نامۂ اعمال میں اتنی ہی نیکیاں لکھ دے گا‘‘۔ مزید فرمایا: ’’مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کو مصیبت کے وقت تنہا نہیں چھوڑتا۔ جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی مشکل دور کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت میں اسے سختی سے دور فرمائے گا۔‘‘

ہمیں بھی چاہیے کہ خوشی کے ان لمحات میں اپنے اڑوس پڑوس میں غریبوں، بیواؤں، ناداروں اور یتیموں کو اپنی خوشی میں شامل کریں۔ انہی حقوق کی رعایت و پاسداری کو مثالی معاشرت کہتے ہیں۔

عید کے دن کی سنتیں

1۔ صبح کو بہت جلد اٹھنا
2۔ شرع کے مطابق اپنی آرائش کرنا
3۔ غسل کرنا 4۔ مسواک کرنا
5۔ حسب استطاعت عمدہ کپڑے پہننا (نئے کپڑے ضروری نہیں، موجود کپڑوں میں جو اچھے ہوں)
6۔ خوشبو لگانا 7۔ عید گاہ جلدی جانا
8۔ عید گاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا
9۔ عید گاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا
10۔ عید کی نماز عید گاہ میں پڑھنا۔
11۔ ایک راستہ سے عید گاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔
12۔ عید گاہ جاتے ہوئے راستہ میں آہستہ آہستہ ’’اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا اِلٰہ الا اللہ واللہ اکبر، اللہ اکبر وللہ الحمد‘‘ کہتے ہوئے جانا۔
13۔ سواری کے بغیر پیدل عید گاہ جانا (نور الایضاح)

عید الفطر کے تقاضے

رمضان المبارک کا مہینہ انسان کے تزکیہ نفس کا مہینہ ہے۔ رمضان میں ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے صبح سے لے کر شام تک اپنا مُنہ بند رکھتے ہیں اور اپنی آنکھیں، کان اور دماغ کو لغو باتوں سے دُور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا رمضان کا مہینہ ایک ریفریشر کورس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے احکامات کی پیروی کرتا ہے اور حقیقی معنوں میں روزہ رکھنے کا حق ادا کرتا ہے، وہ عید کی حقیقی خوشیوں کا حقدار ہے۔ اللہ نے ہمیں رمضان کی صورت میں ریفریشر کورس کروا کر ہم پر احسان کیا۔ اور رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق دی اور عید الفطر کی شکل میں ہمیں خوشی کا دن نصیب کیا۔

ہم نے اگر عید کا مقصد فقط نئے کپڑے پہننا، ملنا جلنا، عیاشی کرنا، فضول خرچی کرنا اور آوارہ گردی کرنا بنا لیا ہے تو یہ مسلمانوں کی عید الفطر نہیں بلکہ غیر مسلموں جیسا کوئی تہوار ہوگا۔ جس طرح غیر مسلموں کے ہاں عید کو محض دُنیاوی لذتوں کا حصول اور اس دن اپنے آپ کو تمام اخلاقی اور مذہبی پابندیوں سے آزاد سمجھنا ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مناسب حد تک عید کے دن خوشی کے اظہار کی بھی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو۔ بخاری شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ان کے پاس عید کے دن انصار کی بچیاں دف بجا کر کچھ اشعار گا رہی تھیں کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے لیکن آپؐ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف لائے اور انہوں نے ان بچیوں کو منع کیا تو آپؐ نے فرمایا، اے ابوبکرؓ انہیں گانے دو، ہر قوم کی ایک عید کا دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید ہے۔ اس طرح عید کے دن کچھ حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی، یا آپؐ نے خود فرمایا کیا تو تماشا دیکھنا چاہتی ہے؟ تو میں نے کہا ہاں! تو آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا میرا منہ آپ ﷺ کے کان مبارک کے قریب تھا، آپؐ نے فرمایا کہ اے بنی ارفدہ (حبشیوں کا لقب)! کھیلو کھیلو، یہاں تک کہ جب میں اُکتا گئی تو آپؐ نے فرمایا بس؟ تو میں نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا تو چلی جا۔‘‘

اگر ہم عید کے دن اپنا احتساب کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے اکثر نوجوان عید کے دن ایسی سرگرمیوں میں مشغول ہوتے ہیں گویا رمضان المبارک کے خاتمے پر انہوں نے سکھ کا سانس لیا ہے۔ اور غیر مسلموں کو یہ دکھاتے ہیں گویا ہم رمضان المبارک کی قید سے آزاد ہو گئے ہیں۔ حقیقی مسلمان تو رمضان المبارک کے خاتمہ پر افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ آج وہ ماہ مبارک اختتام پذیر ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی تھیں۔ ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا تک عطا ہوتا تھا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک کے بعد بھی گیارہ مہینے اپنے ان معمولات کو جاری رکھیں اور اپنے پروردگار کو راضی رکھیں۔

عید کے دن نبی کریم ﷺ کی دعا

’’اے اللہ! ہم آپ سے پاک صاف زندگی اور ایسی ہی عمدہ موت طلب کرتے ہیں۔ خدایا ہمارا لوٹنا (عید کی نماز سے) رسوائی اور فضیحتی کا نہ ہو۔ خدایا ہمیں اچانک ہلاک نہ کرنا اور نہ اچانک پکڑنا اور نہ ایسا کرنا کہ ہم حق ادا کرنے اور وصیت کرنے سے بھی رہ جائیں۔ خدایا! ہم تجھ سے حرام اور سوال سے بچنے، غنا، بقا، ہدایت اور دین و دنیا میں انجام کی بہتری طلب کرتے ہیں اور ہم تیری پناہ چاہتے ہیں، شک سے، نفاق سے یعنی انتشار اور جدا جدا ہونے سے، دین کے کاموں میں ریاکاری اور دکھاوے سے۔ اے دلوں کو پھیرنے والے ہمارے دل ہدایت کے بعد ٹیڑھے نہ کرنا اور ہمیں اپنی خاص رحمت عطا فرمانا، بے شک تو بہت کچھ دینے والا ہے۔‘‘ (رواہ طبرانی)

ادارہ ندائے خلافت کی جانب سے قارئین کو

عیدالفطر مبارک

نیز قارئین نوٹ فرما لیں کہ عید کی تعطیلات کی وجہ سے ندائے خلافت کے آئندہ شمارے کا ناغہ ہوگا۔

اخبارِ اسلام

غزہ، اصل صورتحال کیا ہے؟ (بشکریہ: فرینڈز آف فلسطین)

- غزہ پر حالیہ اسرائیلی حملہ میں 450 کے قریب مسلمانوں، جن میں اکثریت بچوں، عورتوں اور بوڑھوں پر مشتمل تھی انہیں شہید کر دیا گیا۔ حماس کی اعلیٰ قیادت کو بھی نشانہ بنایا گیا۔
- قابض اسرائیلی فوج نے 7 اکتوبر 2023ء کے بعد سے 12467 طلبہ کو شہید اور 20311 کو زخمی کیا ہے، 51 یونیورسٹیز کی عمارات کو مکمل طور پر تباہ جبکہ 57 کی عمارتیں جزوی طور پر تباہ کر دی ہیں، 111 سکولوں کی عمارات مکمل طور پر جبکہ 85 کی عمارتیں جزوی طور پر تباہ کی ہیں، دیگر تعلیمی اداروں کی 241 عمارتیں بری طرح سے متاثر ہوئی ہیں جبکہ UNRWA کے 89 سکولوں میں توڑ پھوڑ ہوئی ہے۔ تعلیم کے شعبہ سے وابستہ سٹاف کے 569 افراد شہید ہوئے جبکہ 2703 زخمی ہوئے۔ وزارت صحت کی جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق 7 اکتوبر 2023ء سے اب تک اسرائیلی جارحیت کے نتیجے میں شہداء کی مجموعی تعداد 48972 اور زخمیوں کی تعداد 112032 تک پہنچ گئی ہے۔
- قابض اسرائیل کے آرمی چیف جنرل ہرزی حلیوی نے اسرائیلی فوجی ریڈیو سے بات کرتے ہوئے کہا ہے کہ 7 اکتوبر 2023 کو ہونے والا حملہ اُن کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا، حماس قابل تعریف ہے کیونکہ انہوں نے ہمیں جنگی میدان میں شش و پنج میں مبتلا کر دیا۔ واضح رہے کہ جنرل ہرزی حلیوی نے جنگی معرکے میں اپنی ناکامی پر استعفیٰ دے دیا تھا اور ان کی جگہ نئے آرمی چیف نے سنبھالی ہے۔
- قیدیوں کے تبادلے کی پیشکش مسترد کیے جانے کے بعد اسرائیلی حکومت نے فوج کو بھرپور کارروائی کا حکم دیا ہے۔ جنگ بندی کے خاتمے کے بعد غزہ پر شدید بمباری جاری ہے۔ وائٹ ہاؤس نے اعلان کیا ہے کہ اسرائیل نے غزہ پر فضائی حملوں کی کارروائی سے قبل امریکہ سے مشاورت کی تھی۔ حماس کا کہنا ہے کہ انہوں نے جنگ بندی معاہدے کی آخری لمحے تک مکمل پاسداری کی اور اس کے تسلسل کو یقینی بنانے کی ہر ممکن کوشش کی، مگر داخلی بحرانوں میں گھرے نیتن یاہو نے اپنے مسائل سے نکلنے کے لیے ایک بار پھر جنگ بھڑکانے کو ترجیح دی، اور اس کے لیے ہمارے عوام کا خون بہانے سے بھی گریز نہیں کیا۔ ثالثوں سے مطالبہ ہے کہ وہ قابض اسرائیل اور نیتن یاہو کو معاہدہ کی خلاف ورزی اور اس سے دستبرداری کے نتائج کا ذمہ دار ٹھہرائیں اور عرب لیگ اور اسلامی تعاون تنظیم (OIC) اپنی تاریخی ذمہ داری ادا کرتے ہوئے غزہ پر مسلط کردہ ناجائز محاصرہ ختم کرانے میں عملی کردار ادا کریں۔
- اسرائیلی خفیہ ایجنسی، وزیر اعظم نیتن یاہو کے دفتر کے اُس ملازم سے تفتیش کر رہی ہے جس پر شبہ ہے کہ اس نے حکومت مخالف مظاہرین کو خفیہ معلومات فراہم کی ہیں۔

مسلم دنیا سے متعلق دیگر ممالک کی اہم خبریں

- **غزہ: امدادی تنظیم کی گاڑی پر اسرائیلی ڈرون حملہ:** اسرائیلی فوج نے شمالی غزہ میں الخیر فاؤنڈیشن کے لیے امدادی مشن پر امدادی تنظیم کی گاڑی پر ڈرون حملہ کرتے ہوئے 4 صحافیوں سمیت 9 فلسطینیوں کو شہید کر دیا جبکہ کئی افراد شدید زخمی ہوئے، جن میں سے بعض کی حالت تشویشناک ہے۔
- **سعودی عرب: یوکرائن جنگ روکنے کے لیے اقدامات پر اتفاق:** روسی صدر پیوٹن اور ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان کے ٹیلی فونک رابطہ میں یوکرائن جنگ کے حل کے لیے اقدامات پر اتفاق کیا گیا۔ صدر پیوٹن نے کہا کہ روس جنگ بندی کے لیے تیار ہے۔ یوکرائن کو مزید شرائط ماننا ہوں گی۔
- **شام: آئین منظور ہو گیا:** عبوری صدر احمد الشرع نے عبوری آئین پر دستخط کر دیئے جو 5 سال کی عبوری مدت کے لیے نافذ العمل ہوگا۔ عبوری آئین میں اسلامی فقہ کا مرکزی کردار برقرار رکھا گیا ہے جبکہ خواتین کے حقوق اور اظہار رائے کی آزادی کی ضمانت بھی دی گئی ہے۔
- **بنگلہ دیش: شیخ حسینہ کی خاندانی جائیدادیں، بینک اکاؤنٹس ضبط:** ڈھاکہ کی ایک عدالت نے سابق وزیر اعظم حسینہ واجد کے خاندان سے تعلق رکھنے والے 124 بینک اکاؤنٹس اور دھان منڈی علاقے میں واقع گھر جسے سودا سدھن کہا جاتا ہے کو خاندان کے دیگر افراد کی ملکیتی جائیدادوں سمیت ضبط کرنے کا حکم دے دیا۔
- **ترکیہ: صدر اردوان اور ٹرمپ کا ٹیلیفونک رابطہ:** ترکیہ کے صدارتی دفتر سے جاری بیان میں کہا گیا کہ صدر رجب طیب اردوان اور صدر ڈونلڈ ٹرمپ کے درمیان اہم ٹیلیفونک گفتگو میں دونوں رہنماؤں نے روس یوکرین جنگ خطے میں استحکام اور دوطرفہ تعلقات پر تبادلہ خیال کیا ہے۔ اس کے علاوہ شام میں استحکام کے حوالے سے بھی گفتگو ہوئی۔
- **بھارت: کھلے مقام پر نماز پڑھنے پر مسلم طالب علم گرفتار:** بھارت میں مذہبی آزادی پر ایک اور قدغن لگاتے ہوئے ریاست اتر پردیش کے شہر میرٹھ میں ہولی کے دوران چند طلبہ کے نماز پڑھنے کی ویڈیو وائرل ہونے کے بعد مقامی ہندو گروپ نے سخت احتجاج کیا جس کے نتیجے میں پولیس نے کارروائی کرتے ہوئے نجی یونیورسٹی کے ایک طالب علم خالد میواتی کو حراست میں لے کر جیل بھیج دیا۔
- **برطانیہ: فلسطینیوں کی نسل کشی کے خلاف سینٹرل لندن میں بڑا احتجاج:** جنگ مخالف تنظیموں کے زیر اہتمام سینٹرل لندن میں گرین پارک اسٹیشن سے شروع ہونے والے احتجاج میں ہزاروں افراد نے شرکت کی۔ مظاہرین اسرائیل کے خلاف نعرے بازی کرتے ہوئے پکاڈلی سرکس سے ہوتے ہوئے ڈاؤننگ اسٹریٹ کے سامنے پہنچے، جہاں مقررین نے خطاب کیا۔

تحقیق: خالد نجیب خان (معاون مرکزی شعبہ نشر و اشاعت)

being "progressive" are, in fact, creatures of the system. Funded by corporate charities linked to Wall Street, they form part of a politically correct "Opposition" which acts as "a spokesperson for people at large". But who do they really represent? Almost all of the "partner NGOs" and lobby groups which frequently mingle with bureaucrats and politicians serve to deflect the articulation of "real" social movements against the "New World Order." The philosophy of "neoliberal paradigm" is the focus of their attention, yet the broader issues of stopping war and causing the West to contemplate on regime changes in their own backyard are never addressed. Ironically, the programs of almost all NGOs and people's movements rely heavily on funding from both public (government-backed) as well as private foundations including the Chatham, Rand, Rockefeller, Ford and McCarthy foundations, among others.

Sadly, there is no integrated anti-globalization anti-war movement in the West today. Dissent has been compartmentalized. Separate "issue oriented" protest movements (e.g. environment, anti-globalization, peace, human rights and climate change) are encouraged and generously funded as opposed to a cohesive mass movement. But when they protest against the Israeli genocide in Gaza, they are quickly shut down.

Finally, this web of deceit and destruction, can only be broken and dispelled through the criminalization of war, the closure of the weapons industry and the repeal of the gamut of neoliberal policy instruments which generate poverty and social inequality. There is a dire need for galvanizing a cohesive and revolutionary mass movement in order to make that happen.

Source: ***Adapted from an article by Prof Michel Chossudovsky; Global Research (https://www.globalresearch.ca/)***

About the author: Michel Chossudovsky is an award-winning author, Professor of Economics (emeritus) at the University of Ottawa, Founder and Director of the Centre for Research on Globalization (CRG), Montreal, Editor of Global Research.

شعبہ خط وکتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگِ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ از روئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟

کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟

کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کے مرتب کردہ

"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" پر مبنی

"قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس" سے استفادہ کیجیے

یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط وکتابت کروایا جارہا ہے) شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمد للہ! اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط وکتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، 36-K، ماڈل ٹاؤن، لاہور

فون: 3-(92-42)35869501 E-mail:distancelearning@tanzeem.org

رفقاء متوجہ ہوں ان شاءاللہ

"مسجد جامع القرآن کمپلیکس، پیپونٹ نز ڈنیلور، اسلام آباد" میں

13 تا 19 اپریل 2025ء (بروز اتوار بعد نماز عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔

گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں:

☆ اسلام کا انقلابی منشور ☆ جہاد فی سبیل اللہ

زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

اور

18 تا 20 اپریل 2025ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

ذمہ داران ریفریشر کورس

کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔ ☆ منہج انقلاب نبوی ﷺ (صفحات: 1 تا 90)

زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0334-5309613 / 051-4866055
051-2751014

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-(042)35473375

Weapons and Luxury Goods: The Two Dynamic Sectors of the Global Economy

Essentially, while global poverty contributes to under-consumption by the large majority of the World's population, the driving force of economic growth are the upper income markets (deluxe brand names, travel and leisure, luxury cars, electronics, private schools and clinics, etc).

The global cheap labor economy triggers poverty and under-consumption of necessary goods and services.

The two dynamic sectors of the global economy are:

1. Production for the upper income strata of society.

2. The production and consumption of weapons, namely the military industrial complex.

Neoliberal policy is conducive to the development of a global cheap labor economy which triggers decline in the production of necessary consumer goods. In turn, the lack of demand for necessary goods and services triggers a vacuum in the development of social infrastructure and investments (schools, hospitals, public transportation, public health, etc.) in support of the standard of living of the large majority of world population. The global cheap labor economy alongside the restructuring of the global financial apparatus creates an unprecedented concentration of income and wealth which is accompanied by the dynamic development of the "luxury goods economy". (Elon Musk, Jeff Bezos, Bernard Arnault, Bill Gates and Mark Zuckerberg being cases in point)

A third major sector (department) in the contemporary global economy is the production of weapons, which are sold worldwide, largely to governments, but also to anyone who bids to buy, including those labelled as "militants" and "terrorists" (Weapon sales by the West to ISIS and Kurd militants are prime examples, not to mention rogue states such as Israel and India). This sector of production in the US is dominated by a handful of large corporations including Lockheed Martin, Raytheon, Black Rock, Northrop Grumman, British Aerospace, Boeing, et al.

While neoliberal policies require the imposition of drastic austerity measures, the latter apply solely to the civilian sectors of government spending. State funding of advanced weapons systems is not the object of budgetary constraints. In fact, the austerity measures imposed on health, education, public infrastructure, etc., are intended to facilitate the financing of the war economy, including the military industrial complex, the regional command structure consisting of the 1000+ US military facilities around the globe, the intelligence and security apparatus, not to mention the development of a new generation of nuclear, cyber (AI-driven) and space weapons which are the object of a three trillion dollar allocation by the US Treasury to the US Defense Department. This money ultimately trickles down to the so-called defense contractors, which constitute a powerful political lobby.

As stated in the beginning, the reproduction of this global economic system is dependent upon the growth and development of two major sectors (departments): the Military Industrial Complex and the Production of High Income and Luxury Consumption. High income luxury consumption for the upper social strata is combined with the dynamic development of the weapons industry and the war economy. This duality is what generates exclusion and despair. Every "movement" presently pretending to fight the status quo is a farce. The "people's movement" had been hijacked. The "antiwar movement" is defunct. The "civil society organizations" which have all the appearances of

Vol: 34 Regd. No. C.P.L NO.114 No.12

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore

ACEFYL

SUGAR FREE
COUGH SYRUP

Acefylline piperazine 45mg + Diphenhydramine HCl 8mg

پاکستان کا مقبول ترین

کھانسی کا شربت

شوگر فری

میں بھی دستیاب ہے

ہر قسم کی کھانسی میں
یکساں مفید

PHARMA